

مرکز اہل سنت و جماعت مکہ و حاکماتہ چہان

مولانا محمد الیاس گھمن

مدیر

فقیہ
سنگو دھنا
ماہنامہ

شمارہ نمبر 5

مئی 2015ء

جلد نمبر 4

عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں

علی نقی نقی ترجمہ

احکام عقیقہ

علماء دیوبند کی خدمات
سلوک و احسان

اسلام میں صلہ رحمی
کامعاشرتی کردار

سعودیہ حرمین شریفین
مکہ خطرہ اور ان کا تحفظ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

www.ahnafmedia.com

ناشر



طلباء! محمد مساجد، خطباء، علماء کرام، ذوقی، تحقیقی
اور مسلکی ذوق رکھنے والے افراد کے لیے

پانچواں سالانہ

دورہ تحقیق المسائل

12 روزہ

2015
23 مئی تا 4 جون

آغاز سبق صبح 7:30 بجے
اختتام سبق: 11:00 بجے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحانات کے فوراً بعد

مہم کے حوالے سے مزید معلومات

خصوصی اسباق

مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ

بانی و امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

مقام: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا

03326311808/03467357394/0483881487

ahnafmedia.com / markazahnf@gmail.com

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

کے تعلیمی، تبلیغی، اشاعتی اور رفاہی شعبہ جات میں



عشر کی ادائیگی

کل سالانہ خرچ گندم

14 لاکھ 85 ہزار روپے

کل سالانہ گندم

1100 من

شعبہ حفظ و ناظرہ قرآن

تخصص فی تحقیق و التدویر

شعبہ کتب (درس نظامی)

شعبہ تصنیف و تالیف

مرکز اصلاح اُمت (دعوت)

دراسات لیبیہ کورس

12 روزہ دورہ تحقیق المسائل

3 روزہ تحقیق المسائل کورس

احناف ٹرسٹ (درجہ اول)

برائے رابطہ:

0315 6311808
0321 4301173
0306 2251253
0483 881487

مولانا محمد الیاس گھمن

انٹرنیٹ

بنک اکاؤنٹ: بھارتی بینک سرگودھا شاخ نمبر 14010100725862

markazhanfi@gmail.com

www.ahnafmedia.com

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا کا ترجمان

فقیہ
سرگودھا

ماہنامہ

شمارہ نمبر 5

مئی 2015

جلد نمبر 4

معاون مدیر

مولانا
محمد کلیم اللہ حنفی

مدیر

مولانا
محمد الیاس گھمن

خط و کتابت کا پتہ

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر سالانہ

دفتر رسائل و جرائد
مرکز اہل السنۃ والجماعت
87 جنوبی سرگودھا

mag@ahnafmedia.com

آن لائن پڑھنے اور ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے

www.ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 20 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ 300 روپے
زرتعاون

سرکولیشن منیجر

0332-6311808

صبح 8 تا 4 بجے شام



WhatsApp

+923062251253

مرکز اہل السنۃ والجماعت سرگودھا

فہرست

3 ----- حریم شریفین کو ممکنہ خطرات اور ان کا تحفظ

اداریہ

5 ----- علماء دیوبند کی خدماتِ سلوک و احسان

مولانا عنایت اللہ عینی رحمۃ اللہ علیہ

9 ----- عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں ... علمی و تحقیقی تجزیہ

الشیخ محمد نواز الحذیفی رحمۃ اللہ علیہ

16 ----- اسلام میں ”صلہ رحمی“ کا معاشرتی کردار

مولانا محمد الیاس گھمن رحمۃ اللہ علیہ

19 ----- زکوٰۃ کس پر فرض ہے ؟

مفتی رئیس احمد رحمۃ اللہ علیہ

21 ----- احکام عقیقہ

مفتی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

25 ----- حرف ضاد کا صحیح تلفظ اور مخرج

مولانا محمد اشفاق ندیم رحمۃ اللہ علیہ

31 ----- تشہد میں انگلی کا اشارہ

مفتی محمد نجیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

37 ----- فقیہ ابن فقیہ خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد عاطف معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

سعودیہ، حرمین شریفین کو ممکنہ خطرات اور ان کا تحفظ

کھ..... ادارہ

دنیا کے منظر نامے پر ہر وقت حالات بدلتے رہتے ہیں۔ اس وقت عالمی سطح پر یمن، سعودیہ کے مابین مزید ممکنہ خطرات و خدشات نے بے چینی کی فضا پیدا کر رکھی ہے۔ حوثی باغی، عرب دنیا کو طویل اور مہلک جنگ میں دھکیلنے کی سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ بالخصوص سعودیہ عرب کے استحکام و سالمیت کو گزند پہنچانے اور حرمین شریفین کے تقدس کو پامال کرنے کے منصوبوں پر عمل درآمد کرنے کی مشقیں جاری ہیں۔ سعودیہ عرب سے ہمارے ماضی میں بہت اچھے تعلقات رہے ہیں اور اب بھی ہیں وہ ہمارے اچھے دوست کی حیثیت رکھتے ہیں، ہر مشکل وقت میں انہوں نے پاکستان کا کھل کر ساتھ دیا ہے، ان شاء اللہ پاکستان بھی سعودیہ کے استحکام اور سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے خصوصاً حرمین شریفین کے تحفظ کے حوالے سے غیر مشروط تعاون کرنے میں اپنا کردار ادا کرے گا۔

حرمین شریفین دنیا بھر میں بسنے والے تمام مسلمانوں کی عقیدت و محبت کے مراکز ہیں۔ کعبۃ اللہ دنیا میں وہ پہلا خدا کا گھر ہے جو پورے عالم کے لیے باعث برکت اور مینارہ ہدایت ہے، مسجد نبوی، روضہ رسول علی صاحبہا الف الف تہیہ و سلام اور دیگر مقامات مقدسہ کی محبت تمام عالم اسلام کے رگ و ریشہ میں پیوست ہے۔

یہی وہ دو مقامات ہیں جہاں سے ساری دنیا کو امن کا سبق ملا ہے، رواداری اور محبت کا درس ملا ہے، بین الاقوامی سطح پر بھائی چارگی کو فروغ ملا ہے، یہیں سے رنگ، نسل، قوم، قبیلے کے امتیازات کو ختم کیا گیا۔ لسانیت، علاقائیت اور عصبیت کے وجود کو

روند آگیا۔ بلکہ ایک ایسا دستور انسانیت کے سپرد کیا گیا جس کی ہمہ گیری اور جامعیت میں سب کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان دو مراکز اسلامیہ پر حملہ کرنے کی سازش دراصل اسلام کے عالمی نظام امن کو تباہ کرنے سازش کے مترادف ہے اور پوری دنیا کو پھر سے ایک عظیم جنگ میں مبتلا کرنے کا ناپاک منصوبہ ہے۔ جو نہ صرف اہل اسلام، عرب اور خلیجی ممالک کا مسئلہ ہے بلکہ عالمی برادری کا مشترکہ مسئلہ ہے۔

اس حوالے سے جہاں تک اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نکتہ نظر کا تعلق ہے تو وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے حوثی قبائل کو 'نان اسٹیٹ ایکٹرز' قرار دیتے ہوئے کہا کہ ایران، حوثی قبائل کو مذاکرات کی میز پر لانے میں کردار ادا کرے۔

انہوں نے کہا ہے کہ مصیبت کے وقت میں سعودی بھائیوں کے شانہ بہ شانہ کھڑے رہنے کا یقین دلاتے ہیں۔ سعودی عرب کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلیں گے۔ وزیر اعظم نے کہا کہ حوثیوں کی جانب سے منتخب حکومت کو گرائے جانے کی بھرپور مذمت کرتے ہیں اور وہاں موجود مسئلے کا مذاکرات کے ذریعے حل چاہتے ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان کا یہ بھی کہنا تھا کہ سعودی عرب اور حرمین شریفین کو کوئی خطرہ ہو تو پاکستان کی جانب سے سخت رد عمل سامنے آئے گا۔

سلامتی کونسل کی اس قرارداد کا بھی ہم خیر مقدم کرتے ہیں جس میں حوثیوں کو ہتھیار ڈالنے کا کہا گیا ہے، اسلامی ممالک کے سربراہان کو بھی اس بارے میں سنجیدگی سے کام لینا چاہیے اور موجودہ صورتحال پر قابو پانے کیلئے مضبوط حکمت عملی اپنانی چاہیے۔ تاکہ فتنہ فساد کا خاتمہ ہو، امن کی فضاء پیدا ہو اللہ تعالیٰ اہل اسلام اور حرمین شریفین کی حفاظت فرمائیں، عالمی جنگی خطرات سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں

علماء دیوبند کی خدماتِ سلوک و احسان

صاحبِ جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو حدیثِ جبرائیل علیہ السلام میں اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا ہے اس وجہ سے امام قرطبی (م 380ھ) نے اس حدیث مبارک کو ام السنہ کا لقب دیا ہے۔ جسے ہم اپنی تعبیر میں ”دین کا خلاصہ“ ہی کہہ سکتے ہیں۔

اس حدیث مبارک کی تشریح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م 1025ھ) نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ (م 179ھ) کا ارشاد نقل کیا ہے: من تفقہ ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقہ فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق یعنی جس نے بغیر علم تصوف کے فقہ کو سیکھا تو وہ فاسق ہے اور جس نے بغیر فقہ کے تصوف حاصل کیا تو وہ زندیق ہے اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ شخص محقق ہے۔ (اللمعات شرح مشکوٰۃ ج 1 ص 48)

آگے شیخ دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: دین کی بنیاد اور اس کی تکمیل کا انحصار فقہ، کلام اور تصوف پر ہے اور اس حدیث شریف میں ان تینوں کا بیان ہوا ہے۔ اسلام سے مراد ”فقہ“ ہے کیونکہ اس میں شریعت کے احکام اور اعمال کا بیان ہے اور ایمان سے مراد ”عقائد“ ہیں جو علم کلام کے مسائل ہیں اور احسان سے مراد اصل ”تصوف“ ہے جسے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف کامل توجہ کرنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(اللمعات شرح مشکوٰۃ ج 1 ص 48)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (م 1176ھ) اس حدیث

مبارک کے تحت رقم طراز ہیں: وقد تكفل بفن الاول اهل الاصول من علماء الامة، وقد تكفل بفن الثاني فقهاء الامة فهدى الله بهما اكثرين وقد تكفل بفن الثالث الصوفية رضوان الله عليهم والذي نفسى بيده هذه الثالث ادق المقاصد الشريعة ماخذ واعمقها مهتدا هو بالنسبة الى سائر الشرائع بمنزلة الروح من الجسد۔ (تہذیبات الالہیہ ص 130)

”یعنی تصحیح عقائد فن کے کفیل علماء متکلمین ہوتے ہیں اعمال کی تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوتے ہیں، اور فن تصوف واحسان کے کفیل صوفیائے کرام ہوتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے یہ تیسرا فن (تصوف) مقاصد شرعیہ کے ماخذ کے لحاظ سے بہت باریک اور گہرا ہے اور تمام شریعت کے لیے اس فن کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم کے لیے روح کی ہے۔“

یہ واضح حقیقت ہے کہ علم کلام بمنزلہ قلب دین، علم فقہ بمنزلہ قالب دین اور علم تصوف بمنزلہ روح دین ہے۔ دین اسلام کی بنیاد و تکمیل انہی اجزائے ثلاثہ سے ہوتی ہے اور قاعدہ مسلمہ ”انتقائے جزء مستلزم ہے انتقائے کل کو“ کے تحت کسی ایک جزء کا انکار بھی پورے دین اسلام کا انکار ہے۔

علم کلام و علم فقہ کی طرح علم تصوف بھی حاصل کرنا ضروری ہے بلکہ امام غزالی رحمہ اللہ (م 505ھ)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (م 1225ھ)، علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (م 1260ھ) اور حکیم الامت مجدد الملت امام اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م 1362ھ) نے علم تصوف کو حاصل کرنا فرض عین قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ تصوف کہتے ہیں: هو علم يعرف به احوال تزكية النفوس وتصفية الاخلاق وتعبير الظاهر والباطن۔ یعنی وہ علم جس سے تزکیہ نفوس اور تصفیہ اخلاق اور ظاہر و

باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔

(سلوک کامل ص 7)

اس وجہ سے علماء امت نے علم کلام اور علم فقہ کی طرح علم تصوف کو بھی حاصل کر کے اس کی تجدید و ترویج میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ خصوصاً علماء دیوبند کثر اللہ سواد ہم کی خدمات سلوک و احسان اظہر من الشمس ہیں اور تاریخ کے ان مٹ نقوش ہیں خود علماء دیوبند کثر اللہ سواد ہم کی کتب اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ تصوف و علماء دیوبند کا ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔

انہی علماء دیوبند نے جہاں دیگر علوم و فنون کی ترویج و اشاعت اور اس کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے وہاں پر حقیقی علم تصوف کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کیا اسی وجہ سے علم تصوف ؛ رسوم و رواج اور بدعات اختراعات سے ممتاز ہو کر چمکنے لگا۔ ہاں تعصب اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں، انہی علماء و دیوبند کی انتھک علمی و عملی مخلصانہ کوششوں کی وجہ سے علم تصوف کی ضیاء پاشیوں نے مشرق و مغرب بلکہ چہار دانگ عالم کو اپنے حصار میں لے لیا۔ خصوصاً وطن عزیز مملکت خداداد پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، برما، مالدیپ، ملائیشیا، انڈونیشیا، جاپان، چائنے، ہانگ کانگ، ریشیا، سویت یونین کی آزاد ریاستیں، افغانستان، ایران، متحدہ عرب امارات، سعودی عرب، ترکی، برطانیہ، جرمنی، یونان، مصر، سوڈان، جنوبی افریقہ، زمبیا، امریکہ، کینیڈا وغیرہ۔

انہی علماء اہلسنت دیوبند نے اصلاح و ارشاد، سلوک و احسان، پند و نصائح، حکمت و معظمت، شریعت و طریقت، تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب اہل اسلام کے قلوب کو مجلی و مزیں فرمایا اور تصوف کے روشن چہرے سے جعل سازی کی گرد کو ہٹاتے

رہے کیونکہ یہی علم تصوف کے سچے اور سچے وارث ہیں۔

یہاں پر ان مقدس ہستیوں میں سے چند کا ذکر خیر تحریر کیا جا رہا ہے جو اس علم تصوف کے غلبے کی وجہ سے مشہور و معروف ہوئے۔

1: سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ (م 1317ھ)

ان پاک ہستیوں میں آسمان تصوف کا آفتاب سید الطائفہ شیخ المشائخ مرشد علماء دیوبند حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمہ اللہ (م 1317ھ) ہیں۔ آپ کی ولادت با سعادت 1233ھ میں تھانہ بھون میں ہوئی، ابتدائی تعلیم و تربیت کے بعد حجاز چلے گئے آپ نے سلسلہ چشتیہ صابریہ کو عروج کی انتہاء منزل پر پہنچا دیا اور ان کے فیوض ہندوستان تک ہی محدود نہیں رہے دیگر ممالک اسلامیہ میں بھی ان کے اثرات پہنچے۔ آپ حضرت شیخ نور محمد جھنجھانوی رحمہ اللہ م 1259ھ کے خلیفہ مجاز تھے۔

(تاریخ مشائخ چشت ص 233 از خلیق احمد نظامی)

آپ کے کمال کے لیے یہ کافی ہے کہ آپ کے مریدین و خلفاء میں وقت کے سلاطین ملت وائمہ امت شامل ہیں۔

تصانیف: آپ نے تقریباً ایک درجن کتابیں تصنیف کی ہیں جو ساری تصوف پر ہیں، گلزار معرفت، وحدۃ الوجود، نالہ امداد، مکتوبات امدادیہ، غذائے روح، شرح منثوی مولانا روم رحمہ اللہ، تحفۃ العشاق، ارشاد مرشد، دردنامہ غمناک، ضیاء القلوب، جہاد اکبر، فیصلہ ہفت مسئلہ۔ (بیس بڑے مسلمان ص 85 از عبدالرشید ارشد) آخر الذکر کتاب سے بقول حکیم الامتہ امام تھانوی نور اللہ مرقدہ، آپ نے رجوع فرمایا تھا (ارواح ثلاثہ المعروف حکایات اولیاء) واللہ اعلم۔

آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں 1317ھ میں ہوئی۔ (امداد المشائخ حیات امداد)

کھ..... الشیخ محمد نواز الحذیفی حفظہ اللہ

قسط نمبر 1:

عربی خطبہ جمعہ مقامی زبان میں... علمی و تحقیقی تجزیہ

عربی میں خطبہ جمعہ کم از کم سنت مؤکدہ ہے، وگرنہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کبھی بھی اس کو ترک نہ فرمانے کی وجہ سے اس کا وجوب ظاہر ہے کیونکہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہمیشہ خطبہ جمعہ عربی میں منقول ہے۔

لہذا خطبہ جمعہ میں سنت متوارثہ یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں ہو، عربی کے علاوہ عجمی زبان میں خطبہ جمعہ یا عربی کے ساتھ عجمی زبان میں اس کا ترجمہ جائز نہیں، بلکہ یہ عمل مکروہ تحریمی اور بدعت ہے۔

یاد رہے کہ اس سے مراد وہ خطبہ ہے جس کے فوراً بعد جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے اس سے مراد وہ وعظ نہیں جو کہ عربی خطبہ سے پہلے کیا جاتا ہے اس وعظ کا ثبوت الگ طور پر موجود ہے۔

عربی خطبہ سے پہلے وعظ کا ثبوت:

چنانچہ امام اہل السنۃ شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اس وعظ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ”جمعہ کے خطبہ سے پہلے تقریر کا متعدد حضرات صحابہ کرام سے ثبوت ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ سے پہلے تقریر فرمایا کرتے تھے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتے تھے، جب امام خطبہ دینے کیلئے آتا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی تقریر موقوف کر دیتے تھے۔“ (مستدرک ج 1 ص 108، وج 3 ص 512 قال الحاکم والذہبی صحیح)

ابو الزہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ بن بسر جمعہ کے دن خطبہ سے قبل وعظ کیا کرتے تھے، جب خطیب خطبہ دینے کے لیے آتا تو وہ وعظ بند کر دیتے تھے (حاکم ج 1 ص 288 و قلا صیح)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی کہ میں جمعہ کے دن تقریر کیا کروں گا اور اس میں متعدد نصیحت آمیز واقعات بیان کروں گا، پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا لیکن حضرت تمیم داری کے اصرار پر انہوں نے اجازت دے دی کہ تم جمعہ کے دن اس سے قبل کہ میں خطبہ کے لیے آؤں تقریر کر سکتے ہو۔

(اصابہ فی تذکرۃ الصحابہ ج 1 ص 184، راہ سنت ص 301)

خطبہ جمعہ سے مقصود ذکر اللہ ہے:

جب عربی خطبہ سے پہلے وعظ کا ثبوت الگ طور پر موجود ہے تو اس کو عربی خطبہ کے ساتھ خلط ملط کرنا درست نہیں کیونکہ عربی خطبہ جمعہ کی حقیقت اور اس سے مقصود ذکر اللہ ہے۔ باقی سب چیزیں مثلاً اس میں درود شریف پڑھنا، مسلمانوں کے لیے دعا مانگنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور وعظ و نصیحت کرنا سب سنت ہیں، ان پر خطبہ جمعہ کا اطلاق اگر کہیں ہوا ہے تو وہ مجاز ہے۔

خطبہ جمعہ کے ذکر اللہ ہونے کا ثبوت:

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَادَى لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔

(سورۃ جمعہ پارہ 28 آیت 9)

”اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لیے اذان کہی جائے تو تم فوراً اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑا کرو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو۔“

جمہور مفسرین کے ہاں اس آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ جمعہ ہے کچھ مفسرین کی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

1: شیخ ابو منصور ماتریدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ذکر يجب الاستماع اليه والسعي اليه فدل هذا على فرضية الجمعة ولها حجت ان المعنى من قوله (الى ذكر الله) ان المراد بأذكر الخطبة ثم امر بترك البيع للسعي الى هذا الذكر والاستماع له ثبت ان الكلام في وقت الخطبة مكروه وفي وقت خروج الامام الى الخطبة مكروه ايضاً لان البيع في ذلك الوقت مكروه. والبيع كلف فيدل على كراهية كل كلام فيدل على صحة مذهب ابى حنيفة رحمه الله في انه يلزم السكوت اذا خرج الامام حتى يفرغ من الصلاة.

(تفسير تاويلات اهل السنة ج 10 ص 13 ناشر دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

ذکر کی طرف کان لگانا اور اس کے لیے فوراً چلے جانا واجب ہے، لہذا یہ جمعہ کی فرضیت پر دلیل ہے، اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد (الی ذکر اللہ) کے معنی یہ ہیں کہ اس ذکر سے مراد خطبہ ہے پھر خرید و فروخت کو چھوڑ کر اس ذکر کی طرف فوراً چلے آنے اور اس کی طرف کان لگانے کا حکم ثابت کرتا ہے اس بات کو کہ کلام خطبہ کے وقت میں اور خطبہ کے لیے امام کے نکلنے کے وقت میں بھی مکروہ ہے، اس لیے کہ اس وقت میں خرید و فروخت مکروہ ہے اور خرید و فروخت بھی کلام ہے لہذا یہ ہر کلام کے مکروہ ہونے پر دلیل ہے، اور اس میں امام اعظم ابو حنیفہ کے موقف کے صحیح ہونے پر بھی دلیل ہے، کہ جب امام خطبہ کے لیے نکل آئے تو اس

کے نماز سے فارغ ہونے تک خاموش رہنا لازم ہے۔

2: امام جصاص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ويدل ان المراد بالذکر ههنا الخطبة ان الخطبة هي التي يلي النداء وقد امر بالسعي اليه فدل ان المراد الخطبة۔

(احکام القرآن ج 5 ص 338، 339)

کیونکہ اور حدیث دلیل ہے اس بات پر کہ یہاں ذکر سے مراد خطبہ ہے خطبہ ہی اذان سے ملا ہوا ہوتا ہے اور اسی کی طرف فوراً چلے آنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا یہ ذکر سے خطبہ کے مراد ہونے پر دلیل ہے۔

3: علامہ ابوالحسن علی بن محمد الکیا الہر اسی الشافعی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قوله (فاسعوا الى ذكر الله) يحتمل ان يريد به الصلاة ويحتمل الخطبة وهو عموم فيهما وانها ثبت وجوبها بدليل آخر غير هذا اللفظ۔

(احکام القرآن للکيا الہر اسی)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد فاسعوا الى ذكر الله میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد نماز ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد خطبہ ہو اور یہ آیت ان دونوں میں عام ہے اور یقیناً ان دونوں کا وجوب اس لفظ کے علاوہ اور دلیل سے بھی ثابت ہے۔

4: علامہ محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی المتوفی 671ھ فرماتے ہیں:

ان المراد بالذکر الصلاة فالخطبة من الصلاة واعبد يكون ذا كرا لله بفعله كما يكون مسبحا لله بفعله۔

(تفسیر قرطبی ج 18 ص 107)

ذکر سے مراد نماز ہے اور خطبہ بھی نماز کا حصہ ہے اور بندہ بالفعل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ہو گا جیسا کہ بالفعل اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والا ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

والدلیل علی وجوبہا انها تحرم البیع ولولا وجوبہا ما حرمتہ لان المستحب لا یحرم المباح.

(تفسیر قرطبی ج 18 ص 107)

اور خطبہ جمعہ کے واجب ہونے پر دلیل خرید و فروخت کا حرام ہونا ہے اگر خطبہ جمعہ واجب نہ ہوتا تو وہ خرید و فروخت کو حرام نہ کرتا اس لیے کہ مستحب چیز مباح کو حرام نہیں کرتی۔

5: علامہ محمد بن احمد بن جزى الکلبی الاندلسی المتوفى 741ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
وذكر الله يرا د به الخطبة والصلاة.

(التسهيل لعلوم التنزيل ج 2 ص 374)

اور اللہ کے ذکر سے مراد خطبہ اور نماز ہے۔

6: علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان الکورانی شہاب الدین الشافعی ثم الحنفی المتوفى 893ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
والمراد بذكر الله الخطبة.

(غاية الاماني في تفسير الكلام الرباني ج 1 ص 162)

آیت میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہے۔

7: تفسیر بیضاوی ج 5 ص 202 میں لکھا ہے:

والی ذکر الخطبة وقيل الصلاة والامر بالسعي اليها يدل علی وجوبها وذرؤا البیع واتركوا المعاملة ذالك ای السعی الى ذكر الله خير لكم من المعاملة فان نفع الاخرة خير وابقى.

نوراً چلے ذکر اللہ کی طرف یعنی خطبہ کی طرف اور کہا گیا ہے نماز کی طرف اور

خطبہ کی طرف فوراً چلے آنے کا حکم اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اللہ کا ارشاد وذرّوا البیع کہ خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ یعنی معاملات کو چھوڑ دو۔ یہ اللہ کے ذکر کی طرف فوراً چلے آنا تمہارے لیے معاملات سے بہتر ہے اس لیے کہ آخرت کا نفع زیادہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

8: علامہ زمخشری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وتسمیة الله الخطبة ذکر له قال ابو حنیفة رحمہ اللہ سبحان اللہ جاز وعن عثمان انه صعد المنبر فقال الحمد لله وارتجع عليه فقال ان ابابکر وعمر یدعان لهذا المقام مقالا وانکم الی امام فقال اوج متکلم الی امام قوال وسقائیکم الخطب ثم نزل وكان ذلك بحضرة الصحابة ولم یکنر علیه احد۔

(تفسیر کشاف ج 4 ص 535)

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مراد خطبہ ہے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر خطیب اتنی مقدار خطبہ پر اکتفاء کرے جیسے ذکر اللہ کہا جاسکے۔ مثلاً الحمد للہ سبحان اللہ کہے تو جائز ہے، اور روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور الحمد للہ کہنے پائے تھے کہ آگے نہ چل سکے تب آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اس موقع کے لیے کلام تیار کر کے لاتے تھے تم بنسبت بہت زیادہ خطیب کے ایسے امام کے زیادہ محتاج ہو جو کام کرنے والا ہو اور عنقریب تمہارے سامنے خطبات بھی دیے جائیں گے پھر آپ نیچے تشریف لے آئے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ہوا اور اس پر کسی نے انکار نہ کیا۔

ماکان من ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والثناء علیہ وعلی خلفائہ الراشدین واتیقواء المومنین والموعظة والتذکیر فهو فی حکم ذکر اللہ۔

(تفسیر کشاف ج 4 ص 535)

خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور آپ کے خلفاء راشدین اور مومن متقی حضرات کی تعریف اور وعظ و نصیحت یہ سب ذکر اللہ کے حکم میں ہے۔

9: علامہ نصر بن محمد ابواللیث السمرقندی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ذالك خير لكم يعنى السعى الى الصلوة وترك الشراء والبيع والاستماع الى الخطبة خير لكم من الشراء والبيع ان كنتم تعلمون۔

(تفسیر بحر العلوم السمرقندی ج 3 ص 448)

یہ بہتر ہے تمہارے لیے یعنی نماز کی طرف جلدی جانا خرید و فروخت کا چھوڑنا، خطبہ توجہ سے سننا تمہارے لیے خرید و فروخت سے بہتر ہے اگر تمہیں شعور ہو

10: امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقوله الى ذكر الله الذ ذكر هو الخطبة عند الاكثر من اهل التفسير وقيل هو الصلوة۔

(تفسیر کبیر ج 30 ص 542)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد الی ذکر اللہ میں ذکر سے مراد اکثر مفسرین کے ہاں خطبہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد نماز ہے۔

11: امام ابو محمد البغوی الشافعی المتوفی 510ھ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قوله الى ذكر الله اى الصلاة قال سعيد بن المسيب فاسعوا الى ذكر الله قال هو موعظة الامام۔

(معالم التنزيل ج 5 ص 85)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد ذکر اللہ سے مراد نماز ہے اور حضرت سعید بن المسيب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذکر اللہ سے مراد امام کا خطبہ ہے۔ (..... جاری ہے)

اسلام میں ”صلہ رحمی“ کا معاشرتی کردار

بسم..... مولانا محمد الیاس گھمن رحمۃ اللہ علیہ

پر امن معاشرے کو تعمیر کرتے وقت رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جن امور کو سنگِ بنیاد کی حیثیت دی ان میں ایک ”صلہ رحمی“ بھی ہے۔ اسلامی معاشرت میں حسن سلوک، اخلاقِ حسنہ اور باہمی تعلقات کو بہتر سے بہتر بنانے اور ان کو اپنانے پر بہت زور دیا گیا ہے تاکہ امن و سکون اور راحت و چین میسر آ سکے۔

قرآن کریم کی سورۃ رد کی آیت نمبر 21 تا 24 میں جہاں ”صلہ رحمی“ کے بارے میں ترغیب اور تاکید موجود ہے وہاں پر اس کی وجہ سے ملنے والے انعامات خداوندی کا تذکرہ بھی واضح الفاظ میں مذکور ہے۔

قبیلہ خثعم کے ایک شخص نے ہادی دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں سوال کیا: کیا آپ واقعاً اللہ کے برحق رسول ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جی ہاں! بالکل میں اللہ کا برحق رسول ہوں۔ اس کے بعد اس شخص نے اللہ کے ہاں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کے بارے میں پوچھا آپ نے فرمایا کہ اللہ پر کامل ایمان لانا۔

سائل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مزید بھی ارشاد فرمائیں (کہ عقائد اسلامیہ کے بعد اللہ کے ہاں پسندیدہ بات کون سی ہے؟) آپ نے فرمایا: ”صلہ رحمی“ کرنا۔

ایک مرتبہ ایک دیہاتی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے برحق رسول! مجھے کوئی ایسا فارمولہ بتائیں کہ جو مجھے جنت کے

قریب کر دے اور جہنم سے دور کر دے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے ایک ایسا اصول مقرر فرمایا جس پر عمل پیرا ہو کر قیامت کی صبح تک آنے والا ہر شخص جنت کے قریب اور جہنم سے دوری اختیار کر سکتا ہے۔

نمبر 1: اللہ کی وحدانیت پر کامل ایمان لاؤ نمبر 2: نماز قائم کرو۔ نمبر 3: زکوٰۃ ادا کرو (اگر صاحب نصاب ہو تو) نمبر 4: صلہ رحمی کرو۔

راوی حدیث حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو سن کر وہ شخص جب چلا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری بیان کردہ باتوں پر عمل کرے تو سیدھا جنت میں جائے گا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنی کتب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے: جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ”صلہ رحمی“ کرے۔

ایک اور حدیث مبارک میں ہے: جو شخص اس بات کا خواہش مند ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو (یعنی زندگی میں اللہ برکت عطاء فرمائے) اور اس کے رزق میں فراخی ہو مزید یہ کہ اسے بری موت بھی نہ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ تقویٰ اختیار کرے اور ”صلہ رحمی“ کرے۔

بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کرتے ہیں: تو رات میں یہ بات لکھی ہوئی تھی جو اپنی لمبی زندگی اور رزق میں کشادگی چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ ”صلہ رحمی“ کرے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ ایک جگہ اکٹھے

ہو کر بیٹھے تھے، ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے: اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور ”صلہ رحمی“ کرو، کیونکہ اس عمل کا ثواب جلدی قبول ہوتا ہے، حدیث کے آخر میں ہے جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے لیکن قطع رحمی کرنے والا اسے سونگھ بھی نہیں پائے گا۔

امام بزار اور امام حاکم رحمہما اللہ نے ایک حدیث حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے نقل کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین خوبیاں جس شخص کے اندر ہوں گی اللہ تعالیٰ اس کا حساب و کتاب بہت آسان کر دے گا اور اسے جنت میں بھی داخل کرے گا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کون سی تین خوبیاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: جو شخص تم کو محروم کرے تم اسے نواز دو، جو تمہارے اوپر ظلم کرے اسے معاف کر دو، جو تم سے قطع تعلقی اختیار کرے تم اس سے ”صلہ رحمی“ کرو۔ جب تم یہ کام کرو گے تو اللہ تمہیں جنت عطاء فرمائے گا۔

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں جابجا ”صلہ رحمی“ کا حکم موجود ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ آج ہمارا مسلم معاشرہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کوسوں دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ بھائی، بھائی سے تعلقات ختم کر چکا ہے، بہن، بہنوں سے، ماں باپ، اولاد سے اور اولاد، والدین سے۔ ہم لوگ اپنے اعزہ و اقارب اور دوست احباب سے ہلکی پھلکی باتوں پر قطع تعلقی کر لیتے ہیں اور پھر خوشیوں پر آنا جانا ختم حتیٰ کہ موت فوت پر بھی اپنی انا اور ضد پر اڑے رہتے ہیں، یاد رکھیں کہ قطع تعلقی کے بیچ کو بو کر پیار و محبت کاشت نہیں ہو سکتی۔ اس لیے ہم سب کو چاہیے کہ احکام اسلامیہ کے مطابق ”صلہ رحمی“ پر عمل کریں اور قطع رحمی سے ہمیشہ بچیں۔

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

کھ..... مفتی رئیس احمد عظیمی

شرعیہ ایڈوائزرز حلال ریسرچ کونسل

سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ اس شخص کے لیے ہے جس کے پاس صرف سونا ہو چاندی، مال تجارت اور نقدی میں سے ذرہ سی مقدار بھی نہ ہو۔

اسی طرح چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ اس صورت میں ہے کہ صرف چاندی ہو۔ سونا، مال تجارت اور نقدی بالکل نہ ہو۔

اگر سونے یا چاندی کے ساتھ کوئی دوسرا مال زکوٰۃ بھی ہے مثلاً مال تجارت ہے خواہ ایک روپے کی مالیت کا ہو یا نقدی ہے خواہ چار آنے ہی ہو تو سب اموال زکوٰۃ کی قیمت لگائی جائے گی۔ اگر سب کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو تو زکوٰۃ فرض ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ سونا ساڑھے سات تولہ، چاندی ساڑھے باون تولہ کسی کی ملکیت میں ہو یا مال تجارت یا نقدی یا ان چاروں اشیاء یا ان میں سے بعض کا مجموعہ چاندی کے وزن مذکور کی قیمت کے برابر کسی شخص کے پاس ہو تو وہ صاحب نصاب ہے۔ اور اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

عموماً جن خواتین کے پاس سونے، چاندی کا زیور مذکور وزن سے کم ہوتا ہے وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں حالانکہ عموماً ان کے پاس کچھ نہ کچھ نقدی ضرور ہوتی ہے جس کی وجہ سے مذکور تفصیل کے مطابق ان پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے۔

ہاں اگر کسی خاتون کے پاس صرف سونا یا صرف چاندی کا زیور ہو جو وزن

مذکور سے کم ہو اور نقدی یا مال تجارت بالکل نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اذاکان له الصنفان جميعا فان لم يكن كل واحد منهما نصابا بان كان له عشرة مثاقيل و مائة درهم فانه يضم احدهما الى الآخر فيحقق تكميل النصاب.

(بدائع الصنائع ج 2 ص 411)

زکوٰۃ چار قسم کے اموال پر فرض ہے:

سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت یعنی وہ چیز جو مبادلہ، اُجرت یا قرض میں ملی ہو اور ملتے وقت فروخت کرنے کی نیت ہو اور یہ نیت تاحال باقی ہو۔

ان چار قسم کے اموال کے سوا کسی مال پر زکوٰۃ فرض نہیں، لہذا کارخانوں کا منجمد اثاثہ (مشینری وغیرہ) ٹریکٹر، ٹیوب ویل، استعمال کی گاڑی، کرایہ پر چلانے کی نیت سے خریدی گئی گاڑی، رہنے یا کرایہ پر دینے کے لیے مکان، اپنے ذاتی استعمال (مکان، دکان، نرسری وغیرہ بنانے) کی نیت سے خریدے گئے پلاٹ، فریج اور دوسرے گھریلو استعمال کے سامان پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

فقہی قاعدہ:

اس قاعدہ کو یاد رکھا جائے تو اس سلسلے میں کبھی پریشانی نہ ہو۔ بس یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ چیز مذکورہ بالا چار قسم کے اموال میں سے کسی قسم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر داخل ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے، ورنہ نہیں۔

تنبیہ:

مذکورہ چار قسم کے اموال کے علاوہ جانوروں میں بھی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے، جس کا نصاب اور زکوٰۃ کی مقدار کا ضابطہ الگ ہے۔

احکام عقیقہ

عقیقہ سے متعلق احکام و مسائل اور اس کا شرعی حکم ذکر کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعریف اور فوائد بھی بیان کر دیے جائیں تاکہ پتہ چل جائے کہ ”عقیقہ“ کہتے کسے ہیں؟ اور اس حکم کو بجالانے کون کون سے مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

عقیقہ کی تعریف:

علامہ اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اصلها الشعر الذی یخرج علی راس المولود۔
(فتح الباری ج 9 ص 726)

نو مولود کے وہ بال ہیں جو ولادت کے وقت اس کے سر پر ہوتے ہیں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: هی اسم الشاة المذبوحة عن الولد وسمیت بها لانها تعق عن ذابحها ای تشق وتقطع۔
(عمدة القاری ج 14 ص 462)

عقیقہ نو مولود کی طرف سے ذبح کی ہوئی بکری کو کہا جاتا ہے اسے اس لیے عقیقہ کہتے ہیں کہ (بچہ کی ولادت پر) اس کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: العق والشق ومنه عقیقة المولود وهی شعرة لانه یقطع عنه یوم اسبوعه وبها سمیت الشاة الی تنبح عنه۔

(مرقاۃ المفاتیح ج 8 ص 74)

عقیقہ عق سے نکلا ہے جس کا معنی پھاڑنا ہے۔ یہاں ان بالوں کا نام ہے جو بوقت ولادت نو مولود کے سر پر ہوتے ہیں اور ساتویں دن مونڈ دیے جاتے ہیں اور

عقیقہ اس بکری کو بھی کہا جاتا ہے جو اس بچہ کی طرف سے ذبح کی جاتی ہے۔
 عقیقہ سے مقصود چونکہ ولادت کے ساتویں دن نومولود کے بال مونڈنا اور
 اس کی طرف سے جانور ذبح کرنا ہے اس لیے بچہ کے بالوں اور اس کی طرف سے ذبح
 شدہ جانور دونوں پر عقیقہ کا اطلاق ہوتا ہے لہذا دونوں کو ”عقیقہ“ کہنا درست ہے۔

عقیقہ کے فوائد و حکمتیں:

شرعیات مطہرہ انسانیت کی فلاح کے لیے جو بھی حکم دیتی ہے اس میں بعض
 حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، مگر مومن کی اصل شان یہ ہے کہ وہ احکام شریعت پر عمل
 کرے، اس کی مصلحتیں سمجھنے تک عمل کو ملتوی نہ کرے اور اس ٹوہ میں بھی نہ رہے کہ
 فلاں حکم شرعی میں کیا حکمت ہے؟ البتہ جن احکامات کی حکمتیں علماء نے بیان کی ہیں
 انہیں معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں، مثلاً نماز کی بنیادی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ
 یہ دراصل ذکر الہی اور رب سے مناجات کرنے کا ذریعہ ہے اور زکوٰۃ میں یہ حکمت ہے
 کہ اس کے ادا کرنے والے کے دل سے بخل کی رذالت دور ہو جائے نیز فقر و مساکین
 کی حاجت پوری ہو۔ نماز و زکوٰۃ کی طرح عقیقہ کی بھی بہت سی حکمتیں اور فوائد علماء نے
 بیان فرمائے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

عقیقہ اور تعارف نسب:

ہر شریف النفس آدمی معاشرے میں اپنے بچے کے نسب کو متعارف کرانا
 ضروری سمجھتا ہے تاکہ خلق خدا اس بات سے آگاہ ہو جائے کہ بچہ صحیح النسب ہے،
 فلاں بن فلاں کی اولاد ہے نیز اس وجہ سے بھی کہ مستقبل میں کوئی آدمی اس کی طرف
 غلط انداز سے انگلی نہ اٹھا سکے، اس مقصد کو حاصل کرنے کی ایک صورت تو یہ تھی کہ
 نومولود کا باپ اپنی تمام مصروفیات کو پس پشت ڈال کر خود ہی گلی گلی یہ اعلان کرتا پھرتا

کہ سب کو خبر دی جاتی ہے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات ناگوار تھی اس کے برعکس جب لوگوں کو عقیقہ پر مدعو کیا جائے ان کے پاس گوشت بھیجا جائے تو اس کی وجہ سے یہ مقصد خود بخود حاصل ہو جائے گا۔

عقیقہ اور سخاوت:

ہر انسان اچھی صفت کو اپنانے اور بری صفت سے بچنے کی کوشش کرتا ہے، عمدہ صفات میں سے ایک بڑی خوبی سخاوت ہے جو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، عقیقہ کرنے سے انسان کے دل سے بخل اور حب مال کہ جرثومے نکل جاتے ہیں اور سخاوت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

عقیقہ اور مذہبی فائدہ:

عقیقہ کا مذہبی فائدہ یہ ہے کہ یہ ملت ابراہیمی کی علامت ہے کیونکہ عیسائیوں کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا تو وہ اسے زرد پانی سے رنگ دیا کرتے، اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے حق میں یہ ضروری تھا کہ وہ اپنی نسبت ابراہیمی سے واضح کریں، مسلمانوں کے عام معاشرتی افعال میں ایسے طور طریقے ہونے چاہئیں جس سے ملت ابراہیمی کی جھلک دکھائی دیتی ہو، ملت ابراہیمی میں یہ متعارف تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کی جگہ ایک دنبہ ذبح کیا تھا، عقیقہ کرنے سے بھی ملت ابراہیمی کے ساتھ ایک مضبوط اور گہرا تعلق معلوم ہوتا ہے۔

صدقہ بصورت عقیقہ:

اولاد کتنی عظیم نعمت ہے اس کی صحیح تعبیر وہ عمر رسیدہ بزرگ بتا سکے گا جو مختلف امراض کی لپیٹ میں ہو، لمحہ بہ لمحہ دوسرے کی خدمت کا محتاج ہو مگر اس کا

پُرسان حال کوئی نہ ہو، بچے کی پیدائش پر والدین کو خوشی و مسرت کا جو احساس ہوتا ہے شاید اسے الفاظ میں بیان نہ کیا جاسکے، ان کا دل فرحت و سرور سے لبریز ہوتا ہے، مگر ساتھ ساتھ مختلف اندیشے بھی جنم لیتے ہیں کہ کہیں ہمارا لخت جگر کسی آفت یا مرض کا شکار نہ ہو جائے، اس لیے ضروری ہے کہ اس موقع پر کچھ صدقہ کیا جائے تاکہ اولاد جیسی عظیم نعمت کا شکرانہ بھی ہو جائے اور شرور و فتن سے تحفظ بھی، اور صدقہ کی بہترین صورت یہ قربانی یعنی عقیقہ ہے۔

عقیقہ حصول دعا کا ذریعہ:

ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ فقراء اور مساکین اعزہ و اقارب اور دوست و احباب کی پر خلوص دعاؤں کا اہم ذریعہ ہے، کیوں کہ عقیقہ کا گوشت کھانے سے طبعی طور پر ان کے دل سے دعائیں نکلیں گی جس سے نو مولود کا مستقبل روشن ہو گا۔

عقیقہ ساتویں دن مسنون کیوں؟

شرعیات نے انسان کو حرج کے اندر مبتلا نہیں کیا جب بھی کسی کام کا حکم دیا تو ساتھ ہی مناسب و معقول وقت بھی بتلادیا تاکہ ایمان والے با آسانی اس پر عمل کر سکیں، دیگر احکامات کی طرح یہی حال عقیقہ کا ہے کہ اس کے اندر بھی مناسب وقت یعنی سات دن دیے گئے ہیں۔

بچہ کی ولادت کے وقت اگر عقیقہ کا حکم دیا جاتا تو بہت حرج لازم آتا کیوں کہ ایک تو اس وقت اہل خانہ زچہ و بچہ کی خبر گیری میں مصروف ہوتے ہیں اور دوسرا یہ کہ کبھی کبھار اچانک جانور کا انتظام کرنا بھی دشوار ہوتا ہے، ایسے وقت میں ان کو عقیقہ کا حکم دینا باعث تکلیف ہوتا، اس کے پیش نظر ایک ہفتہ کی مدت مقرر کی گئی ہے۔

حرف ضاد کا صحیح تلفظ اور مخرج

کھ..... مولانا محمد اشفاق ندیم رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کریم؛ اللہ تعالیٰ کا کلام بھی ہے اور اسی کی طرف سے نازل شدہ آخری کتاب بھی اور تاقیامت ہدایت و نجات کا ذریعہ بھی۔ اس کو پڑھنا، پڑھانا، سننا، سنانا، سمجھنا، سمجھانا اور سب سے بڑھ کر اس پر عمل پیرا ہونا رضائے الہی کا باعث ہے۔

قرآن کریم کے حروف کے صحیح تلفظ اور ادائیگی میں بالکل سستی نہیں برتنی چاہیے، بہت سی صورتوں میں لفظ کی غلط ادائیگی میں ایک حرف دوسرے حرف میں بدل جاتا ہے اور نماز تک کے فاسد ہونا کا اندیشہ ہوتا ہے۔ انہی میں سے ایک صورت حرف ”ضاد“ کی ہے۔ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے یا ضاد کو خاء سے بدل کر پڑھنے کا فقہی اختلاف متقدمین اور متاخرین فقہاء کرام میں مشہور چلا آ رہا ہے لیکن بعض کم علم لوگ فقہاء کرام کے اختلاف کا ذکر کئے بغیر فقہ کی ایک مشہور کتاب محیط برہانی کا ایک حوالہ پیش کر کے لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو آدمی حرف ضاد کو حرف خاء کے مشابہ ادا کرتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔

لیکن یہاں مسئلہ صرف ائمہ کا نہیں بلکہ عوام الناس کا ہے کیوں کہ حروف کی تصحیح صرف ائمہ نہیں بلکہ ہر ایک نمازی کے ذمہ ہے۔ اگرچہ اس مسئلہ میں بہت پرانا اختلاف ہے لیکن عموم بلوی (عوام کا اس میں کثرت سے مبتلا ہونے کی وجہ سے) کی وجہ سے متاخرین فقہاء کے نزدیک اس خطا سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ عام لوگ اس میں مبتلا ہیں اور وہ بغیر مشقت کے حروف کو درست ادا نہیں کر سکتے۔

امام حافظ الدین محمد بن محمد المعروف بابن البرزازی الکردری الحنفی م 827ھ

لکھتے ہیں: ضابطہ یہ ہے کہ دو حرفوں میں اگر بلا تفریق فرق کرنا ممکن ہو جیسے صاد اور طاء میں مثلاً صالحات کی جگہ طالحات پڑھ دیا تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی۔ اگر مشقت کے بغیر ممکن نہ ہو مثلاً طاء اور ضاد، صاد اور سین، طاء اور تا اس میں فقہاء کا اختلاف ہے اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس میں عموم بلوی ہے۔

(فتاویٰ بزازیہ ج 1 ص 46)

چنانچہ علامہ محمد ابن عابدین الشامی الحنفی م 1252ھ لکھتے ہیں: جب دو حرفوں میں نہ تو اتحاد مخرج ہو اور نہ قرب؛ مگر اس میں عموم بلوی (عام لوگ مبتلا ہوں) جیسے ذال کی بجائے ضاد یا طاء کی بجائے ذال یا طاء کی بجائے ضاد پڑھ دینا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ پھر آگے فرماتے ہیں۔ اگر جان بوجھ کر ایک حرف کو دوسرے حرف کی جگہ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی۔ مختار قول یہی ہے اور فتاویٰ بزازیہ میں ہے: کہ درست تر اور مختار قول یہی ہے۔ (شامی زلہ القاری ج 1 ص 486)

نوٹ: یہی بات فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص 83 فتاویٰ قاضی خان جلد 1 ص 70 پر بھی موجود ہے۔

طاء اور ضاد میں فرق کرنا بہت مشکل ہے اور ان کی ادائیگی میں خاصی مشقت ہوتی ہے اس لیے فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوگی۔ باقی حتی الوسع انسان کوشش کرے کہ ہر حرف کو اس کے مخرج اور صفات کا خیال کرتے ہوئے ادا کرے۔ حضرات مفسرین نے بھی یہی بات تحریر کی ہے کہ اگر اس میں کوئی کمی رہ جاتی ہے تو معاف ہے کیونکہ یہ دونوں حروف قریب الخرج ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 30 روح المعانی وغیرہ)

شیخ القراء الشیخ مکی نصر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ضاد اور طاء دونوں سننے میں ایک

دوسرے کے مشابہ ہیں اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں بجز اس کے کہ ان دونوں کے مخرج جدا جدا ہیں اور ضاد کو پڑھتے وقت آواز لمبی کرنی پڑتی ہے۔ اگر یہ فرق نہ ہوتا تو دونوں ایک ہی حرف سمجھے جاتے۔

(ملخصاً نہایۃ القول المفید فی علم التجوید ص 58)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضاد اور ظاء کے درمیان فرق کرے اگر نہیں کر سکتا تو جائز ہے۔

(اکیسیر ہدایت اردو ترجمہ کیمیائے سعادت ص 91)

ضاد کا مخرج:

حافہ لسان اور اوپر کی پانچ داڑھیں اس سے ضاد ادا ہوتا ہے۔ یعنی زبان کی کروٹ جب اوپر کی داڑھوں سے ٹکراتی ہے بائیں طرف یا دائیں طرف اور دونوں طرف سے بھی ادا کیا جاسکتا ہے مگر بہت مشکل ہے۔ بائیں طرف سے آسان ہے اس حرف کو ”حافہ“ کہا جاتا ہے۔ اس حرف میں اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں اس لیے کسی مشاق اور مجود قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو پُر دال یا باریک دال یا دال کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے یہ بالکل غلط ہے۔

اسی طرح خالی ظاء پڑھنا بھی غلط ہے البتہ اگر ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے۔ دال کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی۔ علم تجوید اور قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔

(جمال القرآن ص 8)

فقہاء، مفسرین اور قراء کرام کی اس وضاحت کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ضاد کی آواز طاء کے مشابہ ہوگی نہ کے دال کے مشابہ۔ مختلف فنون و علوم کی متعدد دماخذ، مراجع اور مصادر کتب اس بات پر دلالت کرتی ہیں، چنانچہ خیر الزاد فی سیر الضاد ص 5 پر ساٹھ سے زائد کتابوں کے حوالہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ضاد یہ طاء کے مشابہ ہے، ان کتابوں میں جزریہ، شاطبیہ، تفسیر کبیر، تفسیر بیضاوی، فتاویٰ عالمگیری، فتاویٰ قاضی خان، در مختار، خلاصۃ الفتاویٰ، فتح القدیر وغیرہ شامل ہیں۔ اگرچہ ان دونوں میں فرق کرنا ایک مشکل اور دشوار امر ہے۔ لیکن محال ہر گز نہیں نہ عقلاً نہ عادۃً ان دونوں حرفوں کا آپس میں تشابہ اور بعض وجوہ میں اشتراک ایک واضح حقیقت ہے۔

چنانچہ شیخ القراء شیخ مکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: بلاشبہ ضاد مجمعہ اور طاء مجمعہ (یعنی نقطوں والے) صفات جہر، رخوت، استعلاء، اور اطباق میں دونوں شریک ہیں اور مخرج کے اعتبار سے دونوں جدا جدا ہیں اور صفت استطالت میں ضاد ممتاز ہے (طاء میں یہ صفت نہیں) اور مرعشی (کتاب کا نام) میں رعایۃ سے نقل کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں حرف ضاد اور طاء سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور ان دونوں میں سوائے اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ ان کا مخرج جدا جدا ہے۔ اور ضاد میں صفت استطالت ہے اور طاء میں نہیں اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو دونوں ایک حرف ہو جاتے۔ تو ضاد بنسبت طاء کے قاری پر زیادہ مشکل اور شاق ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر قاری حرف طاء کی تجوید میں ذرا سی کوتاہی کرے تو وہ ضاد بن جاتا ہے۔

(نہایۃ القول المفید فی علم التجوید ص 58)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ضاد اور طاء کے مخرج میں

فرق بہت مشکل ہے اس علاقہ میں رہنے والے اکثر پڑھنے والے ان دونوں کو ایک طرح سے نکالتے اور پڑھتے ہیں کہ نہ ضاد؛ ضاد رہتا ہے اور نہ ظاء؛ ظاء۔ قرآن کریم پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں حرفوں کے مخرج کو جدا جدا پہچانے۔

(تفسیر عزیزی پارہ ۴ تحت آیت وما هو علی الغیب بضین)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ باوجود ہر دو حرفوں کے مخرج کے جدا جدا ہونے کے ضاد سننے میں ظاء کے مشابہ ہے نہ کہ دال کے اور ان دونوں میں فرق خاصا مشکل ہے اور حضرت شاہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ ان کے زمانہ میں دہلی وغیرہ شہروں کے لوگ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھتے تھے نہ کہ دال کے۔

ضاد اور دال میں فرق:

ضاد اور دال میں سات صفات میں فرق ہے۔

ضاد رخوہ اور دال شدیدہ	ضاد مستعلیہ اور دال مستقلہ	ضاد مطبقہ اور دال منفتحہ
ضاد مخمخہ اور دال مرققہ	ضاد مستطلیہ اور دال قصیرہ	ضاد منفوخہ؛ دال غیر منفوخہ

اور ضاد ساکنہ اور دال قلقلہ

جبکہ ضاد اور ظاء میں مشابہت، تفسیر، تجوید و قرات، فقہ اور فتاویٰ وغیرہ کی ساٹھ سے زائد کتب سے ثابت ہے، جن میں سے چند ایک اوپر نقل کر دی گئی ہیں۔

فقہ کا قاعدہ:

جن دو حرفوں میں فرق با آسانی ممکن ہو اس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اگر فرق کرنا مشکل ہو تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا ہے جو بہت معتدل اور پسندیدہ ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: اگر ولا

الضالین کو ظایا ذال سے پڑھاتو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر الدالین دال سے پڑھاتو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاویٰ قاضی خان ج 1 ص 49)

ضاد مستقل حرف ہے اس کو کسی دوسرے حرف کے مشابہ قصداً نہیں پڑھنا چاہیے طاء کے ساتھ صفات میں زیادہ اشتراک ہے نماز کی صحت اور فساد معنی کی صحت اور فساد اور قدرتِ ادا پر موقوف ہے۔ جو شخص ضاد کو صحیح طور پر ادا کرنے پر قادر ہو کر اس جگہ دال پڑھے گا اس کی نماز نہیں ہوگی۔

(فتاویٰ محمودیہ ج 7 ص 129 سوال نمبر 3238)

ضاد کو ڈال پڑھنے سے نماز نہ ہوگی کیونکہ ڈال عربی زبان کا حرف نہیں، ضاد کی مشابہت دال یا ڈال سے بالکل نہیں کیونکہ ضاد حروفِ رخوہ میں سے ہے جن میں جریان صوت لازم ہے اور دال حروفِ شدیدہ میں سے ہے جن میں جریان صوت ممکن ہی نہیں دنیا بھر میں کوئی شخص بھی ضاد کو دال سے مشابہت دیکر اس میں جریان صوت نہیں کر سکتا علم تجوید کے اصول کے مطابق یہی ایک دلیل کافی ہے جس کا جواب قیام قیامت تک ممکن نہیں اس اصولی دلیل کے بعد کسی دلیل کی ضرورت نہیں کسی میں طاقت ہے تو دال میں جریان صوت کر کے دکھلائے۔

(احسن الفتاویٰ ج 3 ص 90)

اس کے بعد جزریہ کی عبارت پیش کی ہے اس میں بھی یہی ہے کہ ضاد اور طاء میں تمیز ضروری ہے۔ یہ بھی تشابہ کو مستلزم ہے اس کے بعد شرح فقہ اکبر اور جامع الفصولین کی عبارات سے ثابت کیا ہے کہ ضاد کو طاء پڑھنا جائز نہیں اور عمداً پڑھنا کفر ہے۔ ہمارا بھی یہی مسلک ہے کہ بلا عذر پڑھنا جائز نہیں۔

(احسن الفتاویٰ ج 3 ص 92)

تشہد میں انگلی کا اشارہ

سہ..... مفتی محمد نجیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا باتفاق فقہاء و علماء سنت ہے اور صحیح احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ اشارہ کی مختلف صورتیں احادیث میں مذکور ہیں اور سب جائز ہیں، علماء احناف کے نزدیک بہتر صورت یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچیں تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اور ساتھ والی انگلی بند کر لیں، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنالیں، شہادت کی انگلی کو کھلا رکھیں، لا الہ پر شہادت کی انگلی اٹھائیں اور الا اللہ پر گرا دیں۔ علماء احناف کی طرح بے شمار محدثین و فقہاء و علماء مثلاً امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام نوویؒ اور امام بیہقیؒ کا بھی یہ موقف ہے کہ تشہد میں صرف انگلی سے اشارہ کرنا ہے، اس کو حرکت دینا نہیں ہے۔

☆ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب قعدہ میں تشہد پڑھتے تو اپنے داہنے ہاتھ کو داہنے ران پر اور بائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے اور انگوٹھے کو بیچ کی انگلی پر رکھتے۔

(صحیح مسلم۔ باب صفۃ الجلوس فی الصلاۃ)

☆ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اللہ کو (توحید کے ساتھ) پکارتے تو انگلی مبارک سے اشارہ کرتے اور انگلی کو حرکت نہیں دیتے تھے۔ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَشِيرُ بِأَصْبَعِهِ إِذَا دَعَا وَلَا يَحْرُكُهَا۔

(ابوداؤد۔ باب الاشارة فی التشہد، نسائی۔ باب بسط الیسری علی الرکبتہ)

اس حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ تشہد میں حضور اکرم ﷺ انگلی

سے اشارہ تو کرتے تھے مگر اس کو بار بار حرکت نہیں دیتے تھے۔ صحیح مسلم کی سب سے مشہور شرح لکھنے والے معروف محدث حضرت امام نوویؒ نے تحریر کیا ہے کہ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ (المجموع)

امام ابن ملقن رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث روایت کی ہے۔

(خلاصۃ البدو المنیر۔ باب کیفیۃ الصلاۃ)

جو حضرات انگلی سے اشارہ کرنے کے بجائے انگلی کو حرکت دیتے رہتے ہیں، وہ حضرات وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، جس میں ہے کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین انگلیوں کو ملا کر حلقہ بنایا، ایک کو اٹھایا، میں نے دیکھا آپ ﷺ اس کو ہلاتے دعا کرتے۔ ثُمَّ قُبِضَ ثَلَاثَةٌ مِّنْ أَصَابِعِهِ وَحَلَقَ حَلَقَةً ثُمَّ رَفَعَ أَصْبَعَهُ فَرَأَيْتُهُ يَحْكُمُ بِهَا (مسند احمد، بیہقی)

ان حضرات نے اس حدیث کی بنیاد پر نماز کے آخر تک انگلی کو حرکت دینے کے قول کو اختیار کیا حالانکہ اس حدیث میں اور نہ کسی دوسری حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حرکت کی کیا صورت ہو، آہستہ یا تیز؟ اور کب تک یہ حرکت ہو؟ نیز اس حدیث کا یہ مفہوم لینے کی صورت میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ والی اس حدیث سے تعارض بھی ہو رہا ہے جس میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ آپ ﷺ انگلی سے اشارہ تو کرتے تھے مگر حرکت نہیں کرتے تھے۔

چونکہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ والی حدیث ان حضرات کے موقف کے واضح طور پر خلاف ہے، لہذا ان کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیا جائے باوجودیکہ مشہور و معروف محدث امام نوویؒ جیسے

محدث نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام نوویؒ کی خدمات کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ عصر حاضر میں شیخ ناصر الدین البانی نے اپنے کتب فکر کی تائید کے لئے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے راوی (محمد بن عجلان) کو ضعیف قرار دینے کی کوشش کی ہے، جبکہ صحیح بخاری شریف کی سب سے مشہور شرح لکھنے والے امام الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ان کو (احد العلماء العاملين) کہہ کر ثقہ قرار دیا ہے۔

جس حدیث کی بنیاد پر یہ حضرات مسلسل حرکت کے قائل ہیں وہ حضرت عاصمؒ سے 11 راویوں نے روایت کی ہے، حضرت زائدہ بن قدامہؒ کے علاوہ تمام 10 راویوں نے یہ حدیث (يَحْرُكُهَا) کے لفظ کے بغیر روایت کی ہے، جو اس لفظ (يُحْرِكُهَا) کے شاذ ہونے کی واضح دلیل ہے اور حدیث کے متفق علیہ اصول کی بنیاد پر حدیث میں یہ لفظ شاذ کہلائے گا، لہذا اس حدیث کو دلیل کو طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ امام ابن خزمہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (صحیح ابن خزمہ - باب صفة الیٰدین علی الرکبتین فی التشہد) میں اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد اس کے شاذ ہونے کی طرف یوں اشارہ کیا ہے: (احادیث میں سوائے اس حدیث کے کسی بھی حدیث میں "يَحْرُكُهَا" کا لفظ نہیں ہے)۔ صحیح مسلم میں اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں مگر ایک حدیث میں بھی حرکت کا لفظ وارد نہیں ہوا ہے، صحیح مسلم کی تمام ہی احادیث میں صرف اشارہ کا لفظ وارد ہونا اس بات کی واضح علامت ہے کہ اصل مطلوب صرف اشارہ ہے۔

مشہور و معروف محدث امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی حدیث کی مشہور کتاب (سنن کبریٰ للبیہقی - باب من روی انہ اشار بہا ولم یحرکھا) میں دونوں احادیث میں

تطبیق اس طرح پیش کی ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد حرکت سے مراد اشارہ ہے نہ کہ اس کو بار بار حرکت دینا۔ کیونکہ اشارہ بغیر حرکت کے ہوتا ہی نہیں، اس طرح حضرت وائل رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے موافق ہو جائی گی۔ غرضیکہ اس موقف کو اختیار کرنے میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے گا اور کسی حدیث کو ضعیف قرار دینے کی زحمت بھی نہیں اٹھانی پڑے گی۔

مشہور و معروف حنفی عرب عالم ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مرقاۃ میں بھی یہی تحریر کیا ہے کہ یہاں حرکت دینے سے مراد محض انگلی کا اٹھانا ہے اور اٹھانا بغیر حرکت کے ہوتا ہی نہیں۔ (بحوالہ اعلاء السنن)

غرضیکہ جمہور علماء خاص کر علماء احناف، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام نوویؒ اور امام بیہقیؒ جیسے جلیل القدر علماء نے یہی قول اختیار کیا ہے کہ تشہد میں انگلی سے ایک مرتبہ اشارہ کرنا کافی ہے، نماز کے اختتام تک برابر حرکت کرتے رہنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔ بر صغیر کے جمہور علماء نے یہی قول اختیار کیا ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ لا الہ الا اللہ پر شہادت کی انگلی کے اٹھانے اور الا اللہ پر گرانے کا واضح ثبوت حضور اکرم ﷺ سے نہیں ملتا ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ احادیث میں وارد اشارہ کا لفظ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں صرف اشارہ کرنا مراد ہے نہ کہ حرکت۔ اور اشارہ الا اللہ پر خود ہی ختم ہو جائے گا۔ صحیح مسلم میں متعدد جگہوں پر اس مسئلہ کے متعلق متعدد احادیث ذکر کی گئی ہیں مگر تمام ہی جگہوں پر صرف اشارہ کا لفظ وارد ہوا ہے، ایک جگہ پر بھی حرکت یا مسلسل حرکت کا لفظ وارد نہیں ہوا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ انگلی اٹھانے کا سلسلہ نماز کے اختتام تک جاری

رکھنے یا نماز کے اختتام تک حرکت جاری رکھنے کا کوئی ثبوت نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات میں موجود نہیں ہے۔

اشارہ کی حقیقت:

آپ ﷺ کا یہ اشارہ دراصل توحید کا اشارہ تھا اور توحید تشہد کا نام ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار اور اس کی گواہی دینا ہے اور توحید میں ایک تو غیر اللہ سے الوہیت کی نفی ہے اور دوسرے اللہ کی الوہیت کا اقرار اور اثبات ہے تو اشارہ بھی نفی اور اثبات ہونا چاہئے، اس لئے علماء احناف نے فرمایا کہ اثبات کے لئے انگلی اٹھانا اور نفی کے لئے انگلی کارکھنا ہے۔ حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت خفاف بن ایما رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کے اخیر میں یعنی قعدہ میں بیٹھتے تو اپنی انگلی مبارک سے اشارہ فرماتے تھے۔ مشرکین کہتے تھے کہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ اس اشارہ سے جادو کرتے ہیں، حالانکہ مشرکین جھوٹ بولتے تھے، بلکہ رسول اللہ ﷺ اس اشارہ سے توحید کا اشارہ کرتے تھے، یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کا اشارہ ہے۔ (مجمع الزوائد۔ باب التشهد والجلوس والاشارة بالاصبع فیہ) محدث علامہ بیہقی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

شہادت کی انگلی اٹھانے کی فضیلت:

امام نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز (کے قعدہ) میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ فرماتے اور نگاہ انگلی پر رکھتے، پھر (نماز کے بعد) فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: لہی اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنَ الْحَدِيدِ يَعْنِي السَّبَّابَةِ یہ شہادت کی انگلی شیطان پر لوہے سے

زیادہ سخت ہے، یعنی تشہد کی حالت میں شہادت کی انگلی سے اللہ کی وحدانیت کا اشارہ کرنا شیطان پر کسی کو نیزے وغیرہ مارنے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (مسند احمد)

انگلی سے اشارہ قبلہ کی طرف:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اشارہ کرتے ہوئے رخ قبلہ کی طرف ہوتا۔ (سنن کبریٰ للبیہقی۔ باب کیفیۃ الاشارة بالمجۃ) یعنی اشارہ کے وقت انگلی کا رخ آسمان کی طرف نہیں بلکہ قبلہ کی طرف ہونا چاہئے۔

خلاصہ کلام:

تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کے سنت ہونے پر حضور اکرم ﷺ کے اقوال و افعال کی روشنی میں علماء کرام کا اتفاق ہے، اگرچہ اشارہ کرنے کی کیفیت میں اختلاف زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ امت مسلمہ کا اچھا خاصہ طبقہ نماز ہی پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ہر مسلمان کسی طرح نماز پڑھنے والا بن جائے، اور ہم اپنی اصلاح کی بھی فکر کریں کہ اللہ ہمیں خشوع و خضوع اور خشیت والی نعمتیں نصیب فرمائے۔ نیز ہم اپنی صلاحیت اس بات پر لگائیں کہ کس طرح عام مسلمان حرام روزی سے بچ کر حلال روزی پر اکتفاء کرنے والا بن جائے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم دوسری رائے کا احترام کرتے ہوئے اپنی رائے کو خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کریں۔

غرضیکہ تشہد میں اشارہ کی مختلف صورتیں احادیث میں مذکور ہیں اور سب جائز ہیں، علماء احناف کے ہاں بہتر صورت یہ ہے کہ جب کلمہ شہادت پر پہنچیں تو دائیں ہاتھ کی چھوٹی اور ساتھ والی انگلی بند کر لیں، بیچ والی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنالیں، شہادت کی انگلی کو کھلا رکھیں، لا الہ پر شہادت کی انگلی اٹھائیں اور الا اللہ پر گرا دیں۔

کھ..... مولانا محمد عاطف معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

تذکرۃ الفقہاء:

فقہ ابن فقیہ خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب:

آپ کا نام خارجہ والد کا نام زید اور کنیت ابو زید تھی، آپ رحمہ اللہ جلیل القدر صحابی کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لخت جگر ہیں، نسب نامہ یوں ہے: ابو زید خارجہ بن زید بن ثابت الانصاری۔

(تہذیب التہذیب ج 2 ص 255)

پیدائش:

آپ رحمہ اللہ کی ولادت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تقریباً 30ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت:

آپ رحمہ اللہ نے جس خانوادہ میں آنکھ کھولی وہ آپ علیہ السلام کے غلاموں اور تربیت یافتہ لوگوں کا گھر نہ تھا۔ آپ کے والد سیدنا زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور اتنے معتمد تھے کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ علیہ السلام نے انہیں سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا آپ نے تعمیل حکم کرتے ہوئے چند دنوں میں ہی اس زبان میں مہارت حاصل کر لی جس کے بعد حضور علیہ السلام اہل کتاب سے خط و کتابت، دعوت اسلام کے لیے خطوط وغیرہ ان کے ذریعے اور واسطے سے کرتے تھے، آپ کے والد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جن لوگوں کو جمع قرآن کے لیے منتخب کیا گیا ان میں آپ بھی شامل

تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب قرآن کریم کو مختلف شہروں میں منتقل کرنے کے لیے چند افراد کی کمیٹی تشکیل دی ان میں بھی آپ رضی اللہ عنہ موجود تھے۔

اور آپ کی والدہ سیدہ ام سعد جمیلہ بنت سعد؛ یہ بھی صحابیہ تھیں، آپ کے نانا سیدنا سعد بن ربیع بھی صحابی رسول تھے۔ آپ کی ولادت کے وقت چونکہ بہت سارے صحابہ و تابعین اہل علم موجود تھے اس لیے آپ نے بڑی دلجمعی اور محنت سے تعلیم حاصل کی آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد حضرت زید والدہ سیدہ جمیلہ چچا زید بن ثابت حضرت اسامہ بن زید حضرت سہل بن سعد وغیرہم کا قابل ذکر ہیں۔
(تہذیب التہذیب ج 2 ص 255)

علمی و فقہی مقام:

ہمارے معاشرے میں یہ بات مشہور ہے کہ اولاد بچپن میں والدین کو جو کام کرتے ہوئے دیکھے جو انی میں اولاد وہی کام کرتی ہے الا ماشاء اللہ آپ کے والد کے متعلق حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کان اصحاب الفتوی من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ فسماء فیہم۔

(تہذیب التہذیب ج 6 ص 538)

حضور علیہ السلام کے وہ 6 صحابہ جو فتویٰ دیا کرتے تھے ان میں ایک نام حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔

حضرت خارجہ الولد سرلابیہ کا مصداق بنتے ہوئے علمی دنیا میں اتنے آگے بڑھے کہ آپ کا شمار ان برگزیدہ شخصیات میں ہونے لگا جنہیں آج تک بلکہ رہتی دنیا تک فقہاء سبعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یاد کیا جاتا رہے گا، آپ کو اکثر علوم و فنون

خصوصاً علم فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی، اسی وجہ سے بعد میں آنے والے اہل علم آپ کی مدح میں گن گاتے اور آپ کی فقہی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

1: ابن خراش رحمہ اللہ کہتے ہیں:

خارجة بن زید اجل من كل اسمہ خارجة۔

(تہذیب التہذیب ج 2 ص 255)

خارجہ نام کے جتنے بزرگ گزرے ہیں آپ کا علمی مقام سب سے بلند ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو صحابہ کے بعد ہوں کیونکہ اہل السنۃ کا عقیدہ ہے کہ بعد میں آنے والا مقام میں صحابہ سے نہیں بڑھ سکتا۔

2: امام سلیمان بن خلف الباجی المالکی فرماتے ہیں:

وهو احد الفقهاء السبعة بالمدينة واحد الائمة الموثوق۔

آپ رحمہ اللہ ثقہ امام اور مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک ہیں۔

(التعدیل والتجریح ج 2 ص 575)

نیز آپ یہ بھی فرماتے ہیں: کان خارجة بن زید وطلحة بن عبد اللہ بن

عوف فی زمانہما یستفتیان وینتہی الناس الی قولہما۔

(التعدیل والتجریح ج 2 ص 641)

حضرت خارجہ اور حضرت طلحہ بن عبد اللہ اپنے دور کے مفتی تھے اور ان کا

فتویٰ حرف آخر سمجھا جاتا تھا۔

3: امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خارجة بن زید بن ثابت الفقیہ۔

(الکاشف ج 1 ص 211)

آپ کا شمار مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں ہوتا ہے۔

5: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

احد الفقهاء السبعة كان اماماً بارعاً في العلم واتفقوا على توثيقه وجلالته۔

(تہذیب الاسماء واللغات ج 1 ص 186)

آپ مدینہ منورہ کے سات فقہاء میں سے ہیں، آپ وقت کے امام، علم میں ماہر تھے۔ آپ کی ثقاہت اور جلالت شان پر ائمہ کا اتفاق ہے۔

6: امام ابن العباد حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خارجة بن زيد بن ثابت الانصاري المديني المفتي احد الفقهاء السبعة تفقّه على والده۔

(شذرات الذہب ج 1 ص 213)

آپ اپنے وقت کے مفتی، مدینہ کے سات فقہاء میں سے ایک تھے، آپ نے علم فقہ اپنے والد سے حاصل کیا۔

7: امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هو من فقهاء المدينة المحدثين احد الفقهاء السبعة الزمن مدار الفتوى على قولهم۔

(البدایہ والنہایہ)

آپ مدینہ منورہ کے چند جید فقہاء میں سے ہیں یعنی آپ کا شمار ان سات فقہاء میں ہوتا ہے جن پر فتویٰ کا دار و مدار ہوتا تھا۔

8: امام بیہقی رحمہ اللہ نے آپ کے فتویٰ کو بطور استدلال پیش کیا ہے، جس سے

آپ کی علمی گہرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (السنن الصغریٰ رقم 4449)

اتباع سنت:

حضور علیہ السلام اور صحابہ کا معمول یہ تھا کہ وہ سر پر عمامہ مبارک (پگڑی) باندھ کر رکھتے تھے۔

(شمال ترمذی ص 4، تاریخ بغداد ج 5 ص 372، شعب الایمان ج 5 ص 226)

اور صحابہ کرام کے متعلق امام حسن بصری رحمہ اللہ کا قول یہی ہے کہ وہ نماز کے وقت سر پر عمامہ باندھتے تھے۔

(صحیح بخاری ج 1 ص 56، مصنف ابن ابی شیبہ ج 2 ص 497)

ان حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت خارجہ رحمہ اللہ سر پر (سفید) پگڑی باندھ کر رکھتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ ج 5 ص 202)

وفات اور منامی اشارات:

بسا اوقات اولیاء اللہ کو موت سے قبل من جانب اللہ ایسے اشارات مل جاتے ہیں جن سے وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم دنیا سے جانے والے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز، فضائل صدقات)

تقریباً 100ھ کی بات ہے کہ آپ رحمہ اللہ نے بھی وفات سے کچھ عرصہ قبل میں ایک خواب دیکھا کہ آپ نے ایک سیڑھی بنائی جس کے 70 درجے ہیں، جب وہ سیڑھی بنا کے فارغ ہوئے تو وہ سیڑھی گر پڑی، بیداری کے بعد فرمانے لگے کہ میری عمر کے بھی ستر برس پورے ہو چکے ہیں شاید میرا بھی انتقال ہونے والا ہے، چنانچہ چند دن ہی گزرے تھے کہ آپ رحمہ اللہ کا انتقال پر ملال ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ ج 5 ص 202)

نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں؟؟

دلیل نمبر 3:

۱: حدثنا فهد، حدثنا يحيى بن عبد الحميد، حدثنا عبد الواحد بن زياد عن عبد الرحمن بن اسحاق عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل قال قال أبو هريرة رضي الله عنه من السنة اخذ الكف (على الكف) في الصلوة تحت السرّة۔ (مسند الامام طحاوی)
”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے“

۲: حدثنا مسدد، حدثنا عبد الواحد بن زياد عن عبد الرحمن بن اسحاق الكوفي عن سيار أبي الحكم عن أبي وائل قال قال أبو هريرة رضي الله عنه اخذ الكف على الكف في الصلوة تحت السرّة۔ (سنن ابی داؤد نسیم ابن الاعرابی)
”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے“

عبد الرحمن دو ہیں۔

I. وہی جن کا ذکر اوپر آیا یعنی عبد الرحمن کوفی۔

II. ایک عبد الرحمن مدینہ کے رہنے والے ہیں اور قریشی ہیں ان کا لقب عباد ہے اور صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

اس روایت میں کون سے عبد الرحمن ہیں؟

اگر پہلے والے ہی عبد الرحمن ہیں تو ہم نے ثابت کر دیا کہ ان کی حدیث

حسن ہے لہذا یہ حدیث بھی حسن ہوگی اور قابل قبول ہوگی اور اگر یہاں دوسرے عبدالرحمن مراد ہوں تب تو کوئی سوال ہی نہیں یہ حدیث بالکل صحیح ہوگی کیونکہ یہ صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ امام احمد، امام بخاری اور امام ترمذی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

محدثین کا اختلاف ہے کہ سیار ابوالحکم سے روایت کرنے والے عبدالرحمن کون سے ہیں؟ بعض فرماتے ہیں کہ سیار ابوالحکم سے روایت کرنے والے عبدالرحمن کوئی ہیں جیسا کہ سنن ابوداؤد میں عبدالرحمن کے آگے الکوفی لگا ہوا ہے۔ (التهذیب) جبکہ بعض محدثین نے کہا کہ سیار ابوالحکم سے روایت کرنے والے عبدالرحمن مدنی ہیں۔ (الجرح والتعذیل)

اور یہ دوسری بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ

تحت السرة والی حدیث کے علاوہ حدیث کی کتابوں میں جہاں کہیں اس سند کے ساتھ کوئی حدیث آئی ہے اس میں عبدالرحمن کے آگے یا تو قریشی کی نسبت ہے جیسا کہ فضائل صحابہ لامام احمد، مسند احمد، مستدرک حاکم اور الدعوات الکبیر للبیہقی میں قریشی کی نسبت ہے اور یا پھر کوئی نسبت ہی نہیں ہے جیسا کہ مسند بزار، الدعاء للطبرانی اور سنن دارقطنی میں ہے۔ کوئی کی نسبت کہیں نہیں ہے تو پھر ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی روایت میں ہی کوئی نسبت کیسے لگ گئی؟ یہی بات البانی صاحب کہتے ہیں۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی سنن ترمذی میں ایک حدیث اسی سند کے ساتھ (عن عبدالرحمن بن اسحاق عن سیار ابی الحکم عن ابی وائل عن علی رضی اللہ عنہ اللہم اکفنی بحلالک عن حرامک الخ) لائے ہیں اور اس کو ”حسن“ کہا ہے اور سنن ترمذی کے شارح اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے مبارک پوری

نے اس حدیث کو ”ضعیف“ کہا ہے کیونکہ اس میں راوی عبد الرحمن ہیں اور وہ بالاتفاق ضعیف ہیں، اس پر محترم البانی صاحب کہتے ہیں: ”اس روایت میں عبد الرحمن کوئی نہیں ہیں بلکہ عبد الرحمن مدنی ہیں، لیکن چونکہ سنن ترمذی میں عبد الرحمن کے آگے قریشی کی نسبت نہیں لگی ہے، نیز ”تہذیب“ میں سیار کو عبد الرحمن کوئی کے اساتذہ میں شمار کیا گیا ہے اور دونوں عبد الرحمن ایک ہی طبقے کے ہیں، ان وجوہات کی بنا پر علامہ مبارک پوری کو وہم ہو گیا کہ یہ عبد الرحمن کوئی ہیں، مدنی نہیں۔ جبکہ یہ غلط ہے۔ اگر مبارک پوری صاحب ”الجرح والتعديل“ دیکھ لیتے تو ان معلوم ہوتا کہ معاملہ پورا الٹا ہے یعنی سیار سے روایت کرنے والے عبد الرحمن کوئی نہیں، بلکہ مدنی ہیں۔ اور حدیث کی کئی کتابوں میں اس حدیث میں ہم کو عبد الرحمن کے آگے قریشی کی نسبت دریافت ہوئی ہے والذی اوقع المبارک کفوری فی ذلك الوهم امور اولاً انه لم ينسب قرشياً كما سبق، ثانياً انهما من طبقة واحدة. ثالثاً انه رأى فی ترجمته فی ”التہذیب“ انه روى عن سیار وعنه ابو معاوية وهو كذلك فی هذا الحديث ولم ير مثل ذلك فی ترجمة الاول ولكنه لورجع الى ترجمتهما فی ”الجرح والتعديل“ لوجد عكس ذلك تماماً فی سیار فانه ذكره فی شیوخ الاول لافى شیوخ هذا فلو رأى ذلك لم یجزم بأنه الثانی بل لتوقف حتى اذا ما وقف على الزيادة التي وقفنا عليها فی سندده وهی (القرشی) اذن لجزم بما جزمنا نحن به .

(سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ)

معلوم ہوا کہ البانی صاحب کے یہاں اس سند میں عبد الرحمن مدنی ہی ہوتے ہیں تب ہی تو انہوں نے اس حدیث (اللهم اكفني الخ) کو سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ یعنی صحیح حدیثوں کے سلسلہ میں جگہ دی ہے۔ لہذا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی یہ حدیث بھی صحیح ہوگی۔

اب یہ کہنا قطعاً درست نہیں کہ صبح قیامت تک کوئی ایک صحیح حدیث نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی نہیں پیش کر سکتا۔ ہم نے اللہ کی توفیق سے آپ کے سامنے ایک حسن حدیث اور دو صحیح حدیثیں پیش کر دیں۔

رہ گئیں سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایات، تو وہ احادیث بھی حسن کے درجے کی ہی ہیں کیونکہ ان کے راویوں کے بارے میں حفظ و یادداشت کے متعلق ہی جرح کی گئی ہے چنانچہ صحیح ابن خزیمہ کی سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کے راوی مؤمل بن اسماعیل کے بارے میں حضرات محدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں: ثقہ ہیں (سیر اعلام النبلاء)

امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ثقہ ہیں، غلطیاں بہت کرتے ہیں (سیر اعلام النبلاء)

امام ابو داؤد فرماتے ہیں: بہت اچھے اور بڑے ہیں لیکن وہم کے شکار ہیں

(سیر اعلام النبلاء)

امام احمد فرماتے ہیں: مؤمل غلطی کرتے ہیں (موسوعة اقوال الامام احمد)

امام بخاری فرماتے ہیں: ان کی حدیث منکر ہے (سیر اعلام النبلاء)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: سچے ہیں لیکن برے حافظے والے ہیں۔

(تہذیب التہذیب)

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ان کی کتابیں دفن ہو گئیں تو اپنے حافظے سے

حدیث بیان کرنے لگے جس کی وجہ سے ان سے غلطیاں ہونے لگیں (التہذیب)

نوٹ: مذکورہ بالا روایت اور اس کے مرکزی راوی مؤمل بن اسماعیل کے بارے

تفصیلی بحث محترم مفتی شبیر احمد حنفی کے تحقیقی مضمون مؤمل بن اسماعیل فی میزان

الجرح والتعديل شائع شدہ ”قافلہ حق“ بابت ماہ جنوری 2015 میں ملاحظہ فرمائیں۔

اسی طرح مسند احمد کی سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کے راوی سماک بن حرب کے بارے میں حضرات محدثین تقریباً یہی فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ تو ہیں لیکن حافظہ کے اعتبار سے کمزور ہیں چنانچہ

امام احمد فرماتے ہیں: سماک کی حدیث مضطرب ہے۔

امام نسائی فرماتے ہیں: سماک اگر اکیلے ہوں تو بالکل حجت نہیں ہیں کیونکہ تلقین قبول کرتے تھے۔

ابن عمار فرماتے ہیں: سماک غلطی کرتے تھے۔

یعقوب بن شبیبہ فرماتے ہیں: سماک نیک ہیں لیکن پختہ نہیں ہے۔

(میزان الاعتدال تحت الترجمة)

نیز مسند احمد کی روایت میں قبیصہ بن ہلب مجہول راوی ہیں ان سے روایت کرنے والے صرف ایک راوی سماک بن حرب منفرد ہیں اس لئے دونوں روایتیں ”حسن“ کے درجہ سے آگے نہیں بڑھ سکتیں۔

سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت حسن ہونے کے باوجود ہم نے دو وجہوں سے اس عمل نہیں کیا۔

۱: حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین میں سے کسی نے اس حدیث پر عمل نہیں کیا صحابہ کرام میں بعض ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے تھے اور بعض ناف کے اوپر، ناف کے اوپر اور نیچے میں کوئی سختی نہیں ہے بلکہ دونوں درست ہیں چنانچہ امام ترمذی فرماتے ہیں: والعمل علی هذا عند اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین ومن بعدهم یرون ان یضع الرجل یمینہ علی شمالہ فی الصلاة، وراى بعضهم ان یضعہا فوق السرة وای بعضهم ان یضعہا تحت السرة وکل ذالك

واسع عندهم -

(سنن الترمذی حدیث ۲۵۲)

اگر صحابہ و تابعین میں کوئی سینہ پر ہاتھ باندھنے والا ہو تا تو امام ترمذیؒ ضرور ذکر کرتے، بلکہ حضرات محدثین نے سینے پر ہاتھ باندھنے والی روایت سے ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: ودلیل وضعہا فوق السرة حدیث وائل بن حجرؒ قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ ووضعی یدہ الیمینی علی یدہ الیسری علی صدرہ رواہ ابن خزيمة فی صحیحہ

(شرح مسلم للنووی)

معلوم ہوا کہ سینے پر ہاتھ باندھنے کا تصور ہی نہیں تھا۔ نہ صحابہ کے زمانے میں نہ تابعین کے زمانے اور نہ محدثین کے زمانے میں، پھر یہ نئی چیز کہاں سے آگئی؟؟

۲: سینے پر ہاتھ باندھنے کی حدیث ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث کے خلاف نہیں ہے کیونکہ سینے پر ہاتھ باندھنا ایک دوبار کا عمل ہے اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہمیشہ کا عمل ہے، جو ”سنت“ کہلاتا ہے۔ لہذا اگر حضور ﷺ نے ایک دوبار سینے پر ہاتھ باندھا ہو تو اس سے انکار نہیں البتہ سنت یعنی ہمیشہ کا عمل ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے، اور شاید اسی لئے صحابہ و تابعین میں سے کسی نے سینے پر ہاتھ باندھنے کو اختیار نہیں کیا۔

اور ہمیں ارشاد نبوی کے مطابق سنت اختیار کرنے کا حکم ہے ایک دوبار کا عمل نہیں اس کی حضور ﷺ نے خاص نصیحت فرمائی۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ وإياكم ومحدثات الامور فان كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة۔

(حدیث صحیح رواہ احمد والبوداود والترمذی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم وغیرہم)

تذکرۃ الحمد شین:

کھ..... مفتی شبیر احمد حنفی رحمۃ اللہ علیہ

امام سلیمان بن مہران الاعمش رحمۃ اللہ علیہ

دیگر علوم اسلامیہ میں جلالتِ شان:

امام اعمش کو اللہ تعالیٰ نے خوب علم سے نوازا تھا۔ علم حدیث میں تو امامت مسلم تھی ہی ساتھ ساتھ دیگر اسلامی علوم میں بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ ذیل میں مختلف میادین علم میں آپ کی شان و شوکت کا تذکرہ پیش خدمت ہے:

[۱]: علوم قرآنی

قرآن کے ساتھ آپ کو عشق و محبت کا وافر حصہ عطا ہوا تھا، علوم قرآنی میں آپ ”رأس العلم“ تصور کیے جاتے تھے۔ خود فرماتے ہیں:

لولا القرآن لکنت بقالاً (المعرفۃ والتاریخ ليعقوب بن سفیان: 2/636)

اگر قرآن نہ ہوتا تو میں ایک سبزی فروش ہوتا۔

آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت کے ماہر گردانے جاتے تھے اور کوفہ کے بڑے قاریوں میں سے ایک تھے۔ امام ابو اسحاق السبعی (ت 129ھ) کا بیان ہے: ما بالكوفة منذ كذا وكذا سنة أقرأ من رجلين في بني أسد عاصم والأعمش، أحدهما لقراءة عبد الله، والآخر لقراءة زيد.

(تاریخ بغداد: ج 7 ص 118)

کہ کئی سال بیت چلے کہ کوفہ میں بنی اسد کے دو آدمیوں سے بڑا کوئی قاری نہیں آیا؛ ان میں سے ایک قاری عاصم اور دوسرے امام اعمش ہیں۔ ایک (امام اعمش) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت میں مہارت کی وجہ سے

مشہور ہیں اور دوسرے (عاصم) زید کی قراءت میں مہارت کی وجہ سے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تک آپ کی سند قراءت یوں ہے:

امام اعمش نے علم قراءت یحییٰ بن وثاب سے لیا، یحییٰ بن وثاب نے عبید بن نضید الخزاعی سے، عبید بن نضید نے علقمہ سے اور علقمہ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت کا علم لیا۔ (الطبقات الکبریٰ: ج 6 ص 331)

علامہ ابن سعد (ت 230ھ) قرآن میں آپ کی مہارت کا تذکرہ ان الفاظ

میں فرماتے ہیں: کان الأعمش صاحب قرآن وفرائض وعلم بالحديث. وقرأ عليه طلحة بن مصرف القرآن. وكان يقرأ الناس ثم ترك ذلك في آخر عمره. وكان يقرأ القرآن في كل شعبان على الناس في كل يوم شيئاً معلوماً حين كبر وضعف. ويحضرون مصاحفهم فيعارضونها ويصلحونها على قراءته.

(الطبقات الکبریٰ: ج 6 ص 331)

ترجمہ: امام اعمش قرآن، علم فرائض اور علم حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ طلحہ بن مصرف نے آپ سے قرآن کی قراءت سیکھی ہے۔ آپ لوگوں کو قرآن کی قراءت کا مستقل درس دیتے تھے لیکن آخر عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ پھر بھی آپ ہر شعبان میں ہر روز لوگوں کو قرآن میں سے کچھ نہ کچھ ضرور سناتے۔ لوگ ان کے پاس اپنے اپنے مصاحف لاتے، ان کے سامنے پیش کرتے اور ان کی تصحیح کراتے اور علم قراءت سیکھتے۔

[۲]: علم فرائض:

علم الفرائض (علم میراث) میں بھی آپ کی مہارت مسلم تھی۔ اس پر دو

شہادتیں پیش کی جاتی ہیں:

(1): امام سفیان بن عیینہ (ت 198ھ) نے فرمایا:

”اعمش نے اپنے ہمعصروں کو چار چیزوں میں پیچھے چھوڑ دیا ہے: پہلی کہ وہ ان میں قرآن کی قراءت کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، دوسری کہ وہ ان میں حدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے، اور تیسری کہ وہ فرائض کو ان میں سب سے زیادہ جانتے تھے۔“ راوی (یعنی سہل بن حلیمہ) کہتے ہیں کہ چوتھی چیز جو انہوں نے کہی تھی میں بھول گیا ہوں۔ (تاریخ ابن معین روایت الدوری: 1879)

(2): علامہ ابن سعد (ت 230ھ) بھی آپ کو فرائض کا ماہر گردانتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ: ج 6 ص 331)

[۳]: علم الفقہ:

علم فقہ سے بھی آپ کو مناسبت تھی۔ امام ابن جریر الطبری روایت کرتے ہیں کہ عیسیٰ بن موسیٰ نے امام ابن ابی لیلیٰ سے کہا:

اجمع الفقہاء۔ (فقہاء کو جمع کرو)

فجمعہم فجاء الأعمش فی جبة فرو، وقد ربط وسطہ بشریط، فأبطوا، فقام الأعمش فقال: إن أردتم أن تعطونا شیئا وإلا فخلوا سبیلنا۔

انہوں نے انہیں جمع کیا تو امام اعمش کھال کا بنا جبہ پہنے ہوئے تشریف لائے جس کے درمیان میں کمر بند باندھ رکھا تھا اور آ کے فرمایا: اگر تم نے ہمیں یہاں کچھ دینے کے لئے بلایا ہے تو دو ورنہ ہمارا راستہ خالی کرو۔

عیسیٰ بن موسیٰ نے کہا:

یا ابن ابی لیلیٰ! قلت لك تأتی بالفقہاء تجيء جہنما؟!

اے ابن ابی لیلیٰ! میں نے تمہیں فقہاء کو لانے کے لئے کہا تھا اور تم ان کو

لے کر آئے ہو؟ تو امام ابن ابی لیلیٰ نے جواب دیا:

هذا سيدنا هذا الأعمش. (تاریخ بغداد: ج 7 ص 118)

یہ ہمارے سردار ہیں، یہ اعمش ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ فقہ سے بھی آپ کو خاصہ شغف رہا جیسا کہ امام ابن ابی لیلیٰ جو فقیہ ہیں انہوں نے آپ کو سردار کہا، لیکن بایں ہمہ دقائق فقہ اور استنباط مسائل میں جو کمال آپ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مانتے تھے وہ صرف امام ابو حنیفہ ہی کا حصہ تھا۔ (مزید تفصیل ”امام اعمش اور امام ابو حنیفہ“ کے تحت آرہی ہے)

شرفِ تابعیت:

امام اعمش کے دیگر فضائل میں سے ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ صحابی رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ کئی محدثین نے اس کی تصریح کی ہے جن میں امام بخاری، امام ابن حبان، حافظ ابو حفص عمر بن شہابین، خطیب بغدادی، علامہ ذہبی وغیرہ شامل ہیں۔

(التاریخ الکبیر: ج 4 ص 37، الثقات لابن حبان: ج 4 ص 302، الجرح والتعديل: ج 4 ص 146، تاریخ أسماء الثقات: ج 1 ص 14، تاریخ بغداد: ج 7 ص 117، تذکرۃ الحفاظ: ج 1 ص 116)

”علم حدیث میں خدمات“ کے عنوان کے تحت واضح کر دیا گیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آپ کی روایت کو جمہور محدثین نے مرسل قرار دیا ہے البتہ روایت پر اتفاق کیا ہے۔ اس لیے جمہور ائمہ محدثین کے مسلک کہ ”محض روایت صحابی سے تابعیت کا شرف حاصل ہو جاتا ہے، صحبت اور روایت حدیث شرط نہیں“ کے مطابق آپ تابعی قرار پاتے ہیں۔ (جمہور کے موقف کے لیے ملاحظہ ہو؛ التقیید والایضاح: ص 300، شرح نخبة الفكر: ص 134، اقامۃ الحجۃ لعبدالحی: ص 29)

امام اعمش اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ:

امام اعمش امام ابو حنیفہ کے شیوخ میں سے تھے۔ (عقود الجمان: ص 73)
استاذ و شاگرد حدیث و فقہ کا حسین امتزاج ہوا کرتے تھے۔ استاذ و شیخ ہونے کے باوجود امام اعمش امام ابو حنیفہ کے جس طرح قدردان تھے اور آپ کے مقام علم کو تسلیم کرتے تھے ذیل کے واقعہ سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

حافظ حدیث ابو عمر ابن عبد البر مالکی (ت 463ھ) اپنی کتاب ”جامع بیان العلم“ میں فرماتے ہیں کہ امام عبید اللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ میں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تھا:

فجاء رجل فسأله عن مسألة، فلم يجبه فيها، ونظر فإذا أبو حنيفة فقال: يا نعمان قل فيها. قال: القول فيها كذا. قال: من أين؟ قال: من حيث حدثنا. قال: فقال الأعمش: نحن الصيادلة وأنتم الأطباء

(جامع بیان العلم و فضلہ: تحت رقم الحديث: 1195- اسنادہ حسن)
تو ان کی مجلس میں ایک شخص آیا اور امام اعمش سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ دیکھا کہ امام ابو حنیفہ تشریف رکھتے ہیں، فرمایا کہ: کہئے نعمان! کیا ہے جواب؟ امام ابو حنیفہؒ نے فوراً جواب دے دیا۔ امام اعمش نے مسئلہ کی دلیل دریافت کی تو ابو حنیفہؒ نے فرمایا: آپ ہی نے تو مجھے فلاں حدیث اپنی سند سے بیان کی تھی، اسی سے یہ مسئلہ اس طرح نکلتا ہے الخ۔ امام اعمش یہ دیکھ کر فرمانے لگے:

نَحْنُ الصَّيَادِلَةُ وَأَنْتُمْ الْأَطِبَّاءُ. کہ ہم پنساری ہیں اور تم اطباء ہو۔

نیز امام ابن عدی نے بھی اس واقعہ کو اپنی سند سے روایت کیا ہے۔

(اکامل لابن عدی: ج 8 ص 238- اسنادہ صحیح)

(جاری ہے.....)

فکری گمراہی کا آٹھواں سبب

کھ..... مولانا محب اللہ جان رحمہ اللہ

عقائد اسلام میں تحقیق کی ضرورت؟

اگر اسلام نے اجتہاد و تحقیق کی اجازت دی ہے تو اس کے مقامات بھی متعین کیے ہیں اور وہ ہیں جدید مسائل یا نصوص متعارضہ۔ ظاہر بات ہے کہ حالات تغیر پذیر ہیں، نئے نئے مسائل کا ابھرنا ایک فطری عمل ہے جن کے حل کے لیے تحقیق و اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی طرح نصوص متعارضہ میں جمع تطبیق اور کسی دلیل کی بنیاد پر حدیث کی ایک جہت کو لینے اور دوسری کو لینے کے لیے بھی تحقیق کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر عقائد و مسلمات دین میں تحقیق کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟ موجودہ دور کی فکری گمراہی سے بچنے کا واحد حل یہی ہے کہ مقامات اجتہاد و تحقیق میں تو علم و دلیل کی بنیاد پر تحقیق کی جائے مگر عقائد اسلام کو اپنی تحقیقات کا میدان بنانے سے پرہیز کیا جائے۔

مغربی افکار و نظریات سے مرعوبیت:

تحقیق و ریسرچ کے میدان میں نام نہاد محققین کی فکری گمراہی کے اسباب میں ”مغربی افکار و نظریات سے مرعوبیت“ کا سبب بھی کسی صاحب مطالعہ سے مخفی نہیں ہو سکتا۔ درحقیقت مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ ”دین اسلام“ کے ہوتے ہوئے دنیا کے کسی بھی نظام و نظریہ سے متاثر و مرعوب نہ ہو۔ لیکن یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ جو مسلمان یورپی ملک میں چلے جاتے ہیں یا جو طلبہ مغربی تعلیم گاہوں میں علم حاصل کرنے جاتے ہیں تو وہ انہی کے افکار و نظریات کے حدی خوان بن کر لوٹتے ہیں

اور ان کے دل و دماغ پر مغربی طرز زندگی اور مغربی افکار و نظریات کی چھاپ اچھی طرح جمی ہوئی ہوتی ہے۔ اور پھر انہیں بھی دنیا اور مسلمانوں کے لیے موزوں نظام مغرب ہی کا خود ساختہ نظام نظر آتا ہے۔

وہ پھر دین اسلام کو ترقی اور خواہشات کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے لگ جاتے ہیں، وہ اپنے مذہب کے ساتھ بھی برائے نام تعلق رکھتے ہیں، اور دین کی ہر چیز کا دین مغرب اور دین طاغوت کے ساتھ موازنہ کرتے رہتے ہیں اور دین کی ہر چیز کو مغرب کی عطاء کردہ عینک کے ذریعے دیکھتے رہتے ہیں۔ پھر اگر انہیں دین کا کوئی مسئلہ مغربی افکار و نظریات سے متصادم نظر آئے تو دین کے اس مسئلہ کا انکار کر دیتے ہیں۔ یا پھر دونوں میں تطبیق کے لیے تاویلات فاسدہ کا سہارا لینا شروع کر لیتے ہیں یا پھر دین کے کسی مسئلہ کی حقانیت پر مغربی طرز استدلال کو پیش کر کے اس انوکھے کام پر پھولے سے نہیں سماتے۔

پھر اس کو اسلام اور مسلمانوں پر احسان عظیم سمجھتے ہیں۔ اہل مغرب کا عطاء کردہ کوئی بھی نظریہ ہو، چاہے وہ عقل پرستی کی صورت میں ہو یا تاریخ پرستی، نیچریت پسندی یا سائنس سے مرعوبیت ہو یہ نام و نہاد محققین ان مغربی نظریات کا زبردست شکار ہو جاتے ہیں۔

الغرض کہ گذشتہ کچھ عرصہ میں ان نام نہاد محققین کی جتنی بھی تحقیقات سامنے آئیں ان میں ان کی فکری گمراہی کا یہ سبب کسی بھی صاحب مطالعہ سے مخفی نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے دین اسلام کی ہر چیز کا اہل مغرب کی طرف سے درآمدہ ان مذکورہ بالا نظریات کا اسلامی تعلیمات کے ساتھ موازنہ پیش کیا۔

اولاً تو تطبیق کی کوشش کی اور پھر انکار کا بازار گرم کیا۔ حالانکہ انہیں معلوم

ہونا چاہیے تھا کہ اہل مغرب کے تمام تر افکار و نظریات یا ان کی تحقیقات و معلومات کی ابتداء و انتہاء محض عقل ہے جبکہ اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ وحی الہی ہے اور جہاں عقل کی انتہاء ہوتی ہے وہیں سے وحی الہی کا آغاز ہوتا ہے۔ تو جب وحی کا آغاز ہی عقل کی انتہاء پر ہے تو پھر علوم و وحی کا موازنہ عقلی تخیلات کے ساتھ کرنا کتنی بڑی حماقت اور جہالت ہے۔ یہاں تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور سچی بات یہ ہے کہ ان مغربی افکار و نظریات کو وحی الہی کے سامنے ذرہ کی بھی حیثیت حاصل نہیں۔

فکری گمراہی کی تازہ مثال:

ابھی کچھ عرصہ قبل اٹاک انجینئر محترم سلطان بشیر صاحب نے دین کی خدمت کے جذبے میں قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر کے نام پر ایک تفسیر لکھی۔ جس میں انہوں نے مذہب کی حقانیت کے لیے سائنس ہی کو بلند ترین معیار و دلیل قرار دے دیا اور سینکڑوں جگہوں پر ایسی ایسی جساتیں کیں کہ ان میں اور دیگر جدت پسند اور اسلام کے نئے ایڈیشن کے حدیثوں اور احادیث پر مغربی افکار و نظریات کے ذریعے ہاتھ صاف کرنے والوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ بالخصوص جب سائنس دان اور نبی کو ”ایک ہی منزل کا راہی“ قرار دے دیا۔

یہ عجیب فلسفہ ہے کہ ایک انسان قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر لکھنے نکلا ہے۔ مگر انہوں نے نہ جانے یہ کہہ کر کہ ”موت کا دروازہ تو موت تک کے لیے کھلا ہے“ مرتد کی اسلامی اور شرعی سزا کا انکار کر دیا؟ اب سوال یہ ہے کہ سائنس کا ارتداد کی سزا سے کیا تعلق ہے؟ یا ارتداد کی شرعی سزا مان لینے سے سائنس دانی پر کیا فرق

پڑتا ہے؟

اسی طرح سائنس کے نام پر لکھی جانے والی اس تفسیر میں انہوں نے جابجا تحریفات و تلبیسات سے ڈٹ کر کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ

◎ جہاد اقدامی

◎ ارتداد کی شرعی سزا

◎ فرشتوں کے وجود اور شیطان کے خارجی وجود کا انکار

◎ وحدت ادیان کا فلسفہ

◎ آپ ﷺ پر جادو کے اثر کا انکار

◎ پھر جگہ جگہ معجزات کے اعجاز کو سائنسی نقطہ نظر سے ختم کرنے کی کوشش کی۔

یہ اور اس قسم کے دیگر گمراہ کن افکار و نظریات جو اس کتاب میں انہوں نے شامل کیے ہیں ان تمام تر مسائل میں انہوں نے مسلک حقہ سے سرے مو انحراف کیا ہوا ہے اور جمہور کی راہ سے اعتزال اختیار کر کے اپنے پیش رو منکرین حدیث کی پیروی کا صحیح حق ادا کیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان مسائل کو اہل سنت والجماعت کے مسلک حقہ کے مطابق مان لینے سے ان کی سائنس دانوں کیونکر متاثر ہو سکتی تھی۔

سائنس محض مشاہدہ و تخمینہ پر کھڑی ہے جس کی تحقیقات بدلتی رہتی ہیں یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا کے سائنس دان ایک نکتہ نظر پر کبھی بھی متفق نظر نہیں آتے تو پھر ایسی تحقیقات کو وحی الہی کی تصدیق و تقویت کے لیے استعمال کرنا کتنی بڑی حماقت و جہالت ہے۔

سائنس اور اس کی تحقیقات کے ہم قطعاً مخالف نہیں بلکہ سائنس پرستی کے مخالف ہیں، اور اسی طرح سائنس کی ناقص تحقیقات کو دین اسلام کی حقانیت کے لیے

دلیل کے طور پر پیش کرنے کے مخالف ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا سائنسی تحقیقات کے ساتھ موازنہ کرنا اور تقابل کی مذموم جسارتیں ایک مسلمان محقق کو قطعاً زیب نہیں دیتیں۔ جیسا کہ منکرین حدیث اور دیگر جدت پسندوں نے سینکڑوں جگہوں پر سائنس کی تحقیقات اور پیغمبر ﷺ کی صحیح احادیث میں تضاد دکھا کر انکار حدیث کا جو بازار گرم کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ زمانہ کے رائج افکار و نظریات سے مرعوب ہونا شیوہ مسلمانوں کی نہیں ہے اور سائنس سے اس حد درجہ متاثر ہونا کہ سائنس ہی کی عینک سے دین کی ہر چیز کو دیکھنا شروع کر لیں، سائنس کو اپنے اوپر سوار کر لیں اور اسلام کی حقانیت کے لئے سائنس کی تحقیقات کو اکبر الدلیل بنانا یہی مرعوبیت فکری گمراہی کا بنیادی سبب بن جاتی ہے۔

مسلمان حالات سے متغیر نہیں ہوتا بلکہ حالات کو متغیر کرتا ہے، وہ زمانے کو اپنے اوپر سوار نہیں کرتا بلکہ زمانے پر سوار ہوتا ہے وہ حالات کے مطابق نہیں چلتا بلکہ حالات کو اپنے مطابق کر لیتا ہے۔ وہ زمانہ کے افکار کو قبول کرنے کے بجائے اپنے افکار سے زمانہ کو رنگتا ہے۔ زمانہ کے افکار بدلتے رہتے ہیں، حالات تغیر پذیر ہیں بدلتے رہتے ہیں، بدلتے رہیں گے، ان عارضی حالات سے متاثر ہو کر دین سے دلبرداشتہ ہونا اور ان کی ظاہری چمک سے متاثر ہونا ایمان و یقین کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ ہمیں اپنے دین، اس کے عقائد و نظریات اور اس کی تمام تر تعلیمات پر کامل اور مکمل یقین ہونا چاہیے۔ یہی فکری گمراہی سے بچنے کا واحد حل ہے۔

کیا ہوا آج بدلا ہے زمانے نے تجھے

مرد تو وہ ہوتا ہے جو زمانے کو بدل دیتا ہے

ہدایت کی کرنیں

الحمد للہ! حضرت متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ امیر عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعت کے اخلاص اور دن رات کی محنت سے دنیا بھر میں خلق خدا کی کثیر تعداد کو بہت فائدہ ہو رہا ہے، مسلک اہل السنۃ والجماعت کی اشاعت اور ترویج کا میدان ہو یا اہل فتن سے دین اسلام کی حفاظت کا مسئلہ۔ عقائد و نظریات اور مسائل اہل السنۃ والجماعت کے حوالے سے جہاں لوگوں میں شعور بیدار ہو رہا ہے وہاں پر تزکیہ نفوس اور تصفیہ قلوب سے روحانی فوائد بھی خوب حاصل ہو رہے ہیں، آپ کی فکری، مسلکی، علمی، روحانی اور اخلاقی تربیت سے مستفید ہونے والے افراد کی کافی عرصے سے یہ خواہش تھی کہ ان کا پیغام دیگر لوگوں تک بھی پہنچ جائے۔ اس کے پیش نظر ادارے نے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ اپنی آراء یا اپنے علاقے میں مسلکی کام کے فوائد ہمیں بھیجنا چاہیں تو ہمارے ساتھ رابطہ کریں۔

واٹس ایپ: +923062251253

فون: +923326311808

ای میل: mag@ahnafmedia.com

1: افتخار الحسن قاسمی، انڈیا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت! میرا تعلق مولانا شاہ ابرار الحق ہر دوئی نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد ارشد صاحب سے ہے میں ان سے بیعت ہوں۔۔۔ مفتی محمد حسن قاسمی کا شاگرد ہوں۔ حضرت! میں ترستا ہوں آپ کے دیدار کے لیے۔ اللہ وہ

کون سادہ لائے گا جب میں آپ سے آمنے سامنے ملاقات کروں گا۔ بہت دل تڑپتا ہے، روتا ہوں، راتوں کو بھی روتا ہوں، اکابرین سے بھی کہتا ہوں اور میں نے آپ سے فون پر بھی کہا تھا کہ حضرت آپ انڈیا کب تشریف لائیں گے؟ حضرت بڑی دل کی تڑپ ہے۔

حضرت! میں نے خواب دیکھا کہ آپ مجھے فرما رہے ہیں کہ ”میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کا شاگرد ہوں آپ اس جگہ ادارہ قائم کر لو۔“

اسی بنیاد پر حضرت مفتی صاحب سے مشورہ کر کے ایک ادارہ قائم کیا ہے ”جامعہ عربیہ اسلامیہ الیاس گھمن“۔ حضرت نے مجھے فرمایا کہ اگرچہ آپ مجھ سے بیعت ہو لیکن چونکہ آپ کے دل میں مولانا (محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ) کی شدید محبت ہے مسلک دیوبند کے وہ ترجمان بھی ہیں۔ اللہ نے دیوبند کا وہ شیر پیدا کیا ہے آج ساری دنیا کے اندر ان کا نام ہے کوئی بات نہیں اگر ان کے نام سے قائم کیا ہے تو بہت اچھی بات ہے حضرت مفتی صاحب نے اس کی سنگ بنیاد رکھی اور دعا بھی حضرت آپ کے نام سے کرائی کہ اے اللہ! اس بچے کا مولانا صاحب سے رابطہ کرادے۔

2: محترم محمد ایوب، انگلینڈ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت استاد جی آپ کے بیانات سن کر ماشاء اللہ بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ کافی سارے جو شک میں پڑے ہوئے تھے یہاں پر میں نے ان کو آپ کے بیانات کے بارے میں بتایا انہوں نے یوٹیوب پر آپ کے بیانات سنے۔ الحمد للہ الحمد للہ بہت فائدہ ہوا ہے، بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جان مال اولاد میں اور علم میں برکت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علمی و روحانی فیض کو ساری دنیا میں عام فرمائے۔

الاشباہ والنظائر (4)

قارئین کرام! قواعد و اصول فقہ کے حوالے سے یہ بات پیش نظر رہے کہ یہ قواعد و ضوابط کسی ایک فقیہ و مجتہد کی ایجاد ہیں نہ ہی یہ چند افراد کے ذہن کی پیداوار ہیں۔ بعض مخصوص اشخاص کی کاوش کا نتیجہ ہیں اور نہ ہی کسی خاص علاقے یا نسل کے لوگوں کو ان کی تدوین کا اعزاز حاصل ہے۔

ان کی ترتیب ویسی نہیں جیسی دنیاوی قوانین کی ہوتی ہے کہ کسی متعین مجلس یا معتبر افراد نے خاص وقت، خاص طرز اور خاص شکل میں ان کو مدون کر دیا ہو۔ بلکہ ان کی ترتیب دنیاوی قوانین کی ترتیب سے یکسر مختلف ہے، ان کی بنیاد قرآن و سنت اور فقہاء کرام و مجتہدین عظام رحمہم اللہ کے وہ اجتہادات ہیں جو انہوں نے سالہا سال قرآن و سنت میں غور و فکر کرنے کے بعد کیے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ ہر زمانے کے فقہاء اور ماہرین فن ان عبارتوں میں مزید غور و خوض کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں مدون و مرتب کرنے کا اہتمام بھی کرتے رہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ان قواعد میں سے بیشتر ایسے ہیں جنہیں اپنی موجودہ شکل تک پہنچنے کے لیے کئی مراحل سے گزرنا پڑا ہے۔

اس باب میں عموماً ایسا ہوتا رہا ہے کہ ایک فقیہ نے کوئی قاعدہ دریافت کیا اور اس کو مخصوص عبادت کا جامہ پہنایا پھر ہر گزرتے دور میں اس فن سے وابستہ فقیہ نے اس کی نوک پلک درست کی اور اس میں مزید اختصار و جامعیت پیدا کی۔

یہاں تک کہ اس قاعدے کی وہ مخصوص شکل وجود میں آئی جسے اپنی

خوبصورتی اختصار اور جامعیت کے لحاظ سے بے پناہ مقبولیت ملی۔ مثال کے طور پر ایک قاعدہ ہے ”القرار حجة قاصرة“ یعنی اقرار ایک ناقص دلیل ہے، جس کا اثر اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود رہتا ہے، اب ہمیں حتمی طور پر یہ بات معلوم نہیں کہ سب سے پہلے اس قاعدے کو دریافت کرنے کا اعزاز کس فقیہ و مجتہد کو ملا؟ یا کس فقیہ نے اس قدر جامع مگر نہایت آسان الفاظ میں اسے مرتب کیا؟ البتہ قرائن کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذکورہ قاعدے کا ابتدائی تصور امام ابو الحسن عبید اللہ الکرنی رحمہ اللہ نے پیش کیا ہے، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

الاصل ان البرء يعامل في حق نفسه كما اقر به ولا يصدق على ابطال حق الغير ولا بالزام الغير حقاً۔

(اصول الکرنی)

ترجمہ: قاعدہ یہ ہے کہ انسان سے اس کے معاملے میں وہی برتاؤ کیا جائے گا جس کے بارے میں اس نے اقرار کیا ہے البتہ اس کے اقرار کی کسی ایسے معاملے میں تصدیق نہ کی جائے گی جس میں کسی دوسرے کے حق کو باطل کیا جا رہا ہو یا کسی دوسرے کے ذمہ کوئی حق لگایا جا رہا ہو۔

پہلے آپ امام کرنی رحمہ اللہ کی عبارت پر غور فرمائیں پھر یہ دیکھیں گے کہ کس طرح اس عبارت کا مفہوم الاقرار حجة قاصرة، جیسے نہایت مختصر مگر جامع الفاظ کی شکل میں سامنے آیا۔

لہذا یہ کہنا قطعاً بے جا نہیں کہ اس قاعدے کی ساخت اور موجودہ صورت کئی نسلوں کی کوشش اور بہت سے ماہرین فن کے غور و فکر کا نتیجہ ہے، اگر اس تقابلی مطالعہ کی کسوٹی پر دیگر قواعد کو پرکھا جائے تو ہمارے سامنے کئی ایک قواعد ایسے آتے

ہیں جن کے بارے میں حتمی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ ان کی اصل عبارت ان کی موجودہ عبارت سے خاصی مختلف ہے اور اپنی موجودہ صورت تک پہنچنے کے لیے انہوں نے بہت سے مراحل طے کیے ہیں، ہاں البتہ کچھ قواعد و اصول ایسے بھی ہیں جو یا تو براہ راست کسی آیت کریمہ یا حدیث نبوی سے لفظاً یا معناً ماخوذ ہیں، یا کسی متعین مجتہد یا فقیہ کی طرف منسوب ہیں، مثال کے طور پر ایک قاعدہ ہے ”المشقة تجلب التيسير“ کہ مشقت آسانی کو کھینچ لاتی ہے۔ اس قاعدہ کی بنیاد ایک آیت اور ایک حدیث ہے قرآن کریم میں ہے: **يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر**۔

(سورة البقرة آیت نمبر 185)

اور حدیث مبارک میں ہے: **ان الدين يسر**۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث 39)

اس آیت اور حدیث کی روشنی میں مذکورہ قاعدہ معرض وجود میں آیا اسی طرح یہ قاعدہ ہے ”الامور بمقاصدها“ کہ معاملات کا مدار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے اس اصول کی بنیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: **انما الاعمال بالنيات**۔

(صحیح البخاری رقم الحدیث 1)

الاشباه والنظائر بھی انہیں قواعد و اصول پر مشتمل ہے صاحب کتاب علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ نے کس قاعدے کے تحت کس طرز پر گفتگو کی ہے ان شاء اللہ آئندہ قسط میں اس طرح کے چند اصولوں پر بات ہوگی۔

(.....جاری ہے)

لوحِ ایام

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں معزز مہمانان گرامی کی آمد اور متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ کے اندرون و بیرون ممالک کے مختلف مسکلی اسفار اہم مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے خصوصی ملاقاتیں

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ (خانقاہ اشرفیہ اختر) میں 2 اپریل 2015ء بعد نماز مغرب تزکیہ نفس اور اصلاح باطن پر بیان ہوا۔

☆ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ مسکلی و دعوتی دورے ملک کے مختلف علاقہ جات میں تشریف لے گئے۔

☆ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں یکم تا 3 اپریل عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کے پاکستان کے ذمہ داران کا اجلاس ہوا۔ جس میں مسلک اہل السنۃ والجماعۃ کے فروغ اور حالیہ صورتحال کے تناظر میں کام کا معتدل طریقہ کار اختیار کرنے کی ہدایات دی گئیں۔

☆ 5 اپریل مرکز اصلاح النساء میں ششماہی امتحان کے نتائج اور پوزیشن ہولڈرز طالبات میں تقسیم انعامات اور دوپٹہ پوشی کی تقریب منعقد ہوئی۔

☆ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) اور عظیم مذہبی اسکالر پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں تشریف لائے اور متخصمین کو لیکچرز دیے۔

☆ محقق اہل السنۃ، مولانا محمد نواز الحزینی مرکز اہل السنۃ والجماعۃ میں تشریف لائے اور تخصص فی التحقیق والدعوة کے طلباء کو مختلف عنوانات پر لیکچرز دیے۔

ماہنامہ فقہ ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
ڈاکٹر تحسین اللہ	پشاور	03339217613
مولانا نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
مولانا سلیم معاویہ	کبیر والا	03005664817
مولانا محمد صدیق	ڈیرہ غازی خان	03356351893
مولانا محمد عثمان	میانوالی	03336836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
محمد رئیس	ٹانک	03319143483
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبد اللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبد اللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
عبد الوکیل عزیزی	سیالکوٹ	03338639255
مکتبہ ختم نبوت	بہاولپور	03136333497

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808